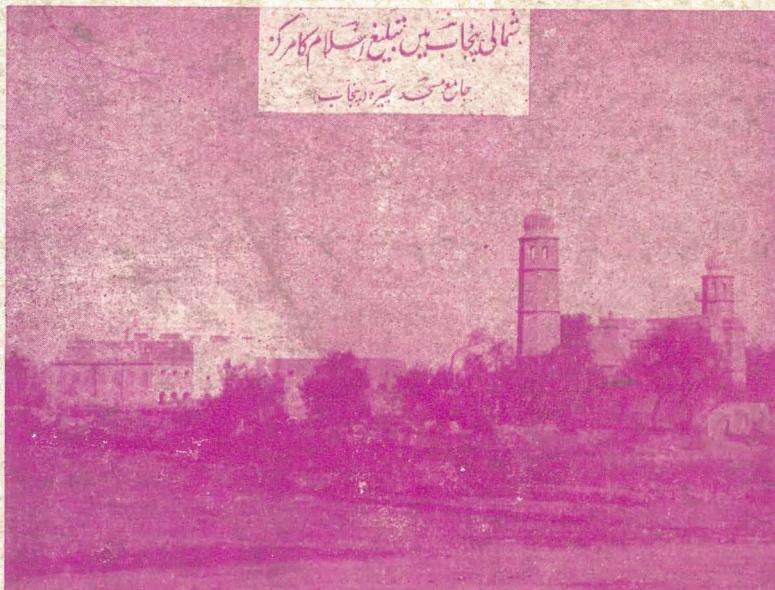


Registered No. L. 2650.

JULY 1936.

شمس الامان

محمد
بن
محمد



شمالی بیجاں میں تبلیغ و تعلیم کا مرکز
جامع مسجد بھرپور بیجاں

SHAMS-UL-ISLAM (Monthly)
BHERA.

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حزن الانصار بغيره (نحّاب)

(اللہ کے دین کے مددگاروں کا گروہ)

اعراض و مفاسد۔ ۱۰) اندونی و بیرنی ہم لوں سے اسلام کا تخفیط تبلیغ و اشاعت اسلام
۱۱) اصلاح رسوم بانبیان شریعت اسلامیہ ہے، احیا و اشاعت علوم دینیہ۔
۱۲) فہنمہ مس اسلام کا اجراء رہا، فالعلوم غرضیہ جامع مسجد بھی ہو جائے مختلف
طریقہ کار شہریں نصاب تعجیل تکمیل کرالہمیشین میرکب کارچی تعلیم انقران کے ذریعہ
اسلام کی بہترین خدمت انجام دے رہا ہے ۱۳) میشین کے فیصلے ملک کے طول عرض ہیں اسلامی زندگی پیدا
کی جاہی ہے ۱۴) سالانہ غطیم ایشان کا انفرش (۱۵) ایمیر حزب النصار کامیشین کے ہمراہ سالانہ تلبیتی مورہ
ریتیم خانہ کتب خانہ رہ، جامع مسجد بھیرہ کی مرمت و تحریر۔

جیزیریہ کے قواعد و ضوابط

۱- جو صاحب حزب الانصار بھرہ کوم انکم پاچھر پیپے ماننے عطا فرمائیں گے وہ سپریس تھتھوڑے ہوں ایسے چاہیے کے نام جدید الاسم میں ہمیشہ شایع ٹھاکریتی یہی حضرات کی سفارش رچاپس اماں مساجد غرباً یا طلباء کے نام جریدہ بلا معاوضہ جاری کیا جائیگا۔ پاچھر دیسے کم اور ایک بعدی سے زیادہ جو صاحب ماننے عطا فرمائیں گے وہ معاونین میں خلارہنگے اور ان کی سفارش پر بیس اماں مساجد غرباً یا غلط طبادا کے نام رسالہ جاہی کیا جائیگا۔ اور معاونین کے اسماء علی شکریہ کے ساتھ جریدہ میں درج کئے جائیں گے۔

۲۔ رکانِ حب نصان کے نام حجیہ عہد پھیجا جاتا ہے جنہے ملکیت کم از کم چار آٹا ڈسوار یا تین ڈسوار سے لاٹھ مقرر ہے۔

س۔ عام جنہی سالانہ تحریر دیجیٹری ریڈیم مقربے۔ نمونہ کا پڑھتے ہیں آئندہ کے ایک موصول ہوئے پر کچھا جاتا ہے۔

۳۷ دو سالہ سرگزی مامکے پہنچے عشرہ میں بذریعہ داک بھیجا جاتا ہے۔ اگر رہائش راستہ میں تلف ہو جاتے ہیں جس صاحب کو ہدیہ نہیں کی۔ ۲۰ نکریخ نہیں سالمہ ملے انکی طرف کو اطلاع عوصول ہونے پر دوبارہ بھیجا جاتا ہے اطلاع عنہ بننے کی صورت میں ذفتر ذمہ وارہ ہو گا جملہ خط و کتابت و ترسیل زربنام طیور سالہ نہیں سلام بھیہ (پنجاب) ہوئی چاہیے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شہرِ میسِ السالہ

بھیرہ
پنجاب

چند کا سالانہ
ڈیڑھ روپیہ (عصر)

مقام اشاعت

جامع مسجد بھیرہ (پنجاب)

جلد ۷ ماہ جولائی ۱۴۳۶ھ مطابق ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ نمبرے

صفحہ	فهرست مصناصین	بنر شمارہ
۱	باب التفسیر	
۲	اسلامی زندگی کا نکس پروگرام (باب الحدیث)	۱
۳	اسلام اور تصور	۲
۴	تاریخ و عبر خلیفۃ المسیمین حضرت صدقہ کبریٰ اور امیر المؤمنین حضرت علیؑ کی بانی محبت و مہوت	۳
۵	بعدیزاد سانظر و ساجھر	۴
۶	هزاعلام احمد صاحب کی تباہ ان سیاست	۵
۷	تشکر و استناف	۶
۸	نقہ دو نظر	۷
۹	مزرا اور محمدی بیگم	۸
۱۰	مولانا محمد صادق صاحب بہاول پور	۹

بَابُ الْحِسْبَارِ

أَوْلَيْكُ عَلَى هَدَىٰ مِنْ دِيَمْ وَأَوْلَيْكُ هُمُ الْمُفَلِّحُونَ

یہی لوگ اپنے خدا کے راستے پر ہیں اور یہی فلاح پانے والے ہیں۔
ذکر سے پہلے آیات میں ضادے قدوس نے مومن و متقی کی صفات کو ظاہر فرمایا تھا۔ کہ مومن و
متقی وہ ہیں جو ایمان بالغیب، اقامۃ صلوٰۃ انفاق، مارز قلم ارشاد ایمان بالکتب المتنزلہ الیقان بالآخرہ
سے متصف ہیں۔ یعنی جو لوگ غیب کے ساتھ ایمان رکھتے ہیں۔ نماز پڑھتے ہیں۔ روزے رکھتے
ہیں۔ اسلامی کتابوں کو یقین سمجھتے ہیں۔ اور قیامت کا یقین اپنے دلوں میں مراکز رکھتے ہیں۔ بھویاں
کی قوت نظر ہے اور قوتہ علیہ ہر چیز کا مکمل ہے۔ اور یہی چیزیں ہیں جن کی پابندی
سے ایک انسان مومن و متقی ہو سکتا ہے۔

ابد، اس آیت میں اُن کے ذکر کردہ صفات پر تجھہ مرتب فرمایا ہے۔ کجب وہ لوگ تمام احکام
اعلیٰ کی پروردی اور اطاعت کرتے ہیں۔ تو پھر یہی لوگ ہمایت و صداقت کے رہرو اور دنیا کی
ظاہر سے مستفیض ہونے والے ہیں۔

هَمَائِيتُ كَمْفُومٍ :- محاورہ عربیت اور قرآنی استعمال کے پیش نظر ہمایت کا
لفظ و معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

۱، ہمایت کے معنی ہیں اراءۃ الطریق۔ یعنی صرف راستہ دکھانے کا نام ہمایت ہے۔ جیسے
قرآن مجید میں دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے۔ **أَمَا تَمُودُ فَصَدِّيَّا هُمْ فَاسْتَخْبُوا**
الْحَمِيمَ عَلَى الْهُدَىٰ۔ کہ ہم نے قوم شود کی رہنمائی کی تھی۔ مگر اُن سیاہ بخوبی اور بدنصیبوں نے
اندھے پن کو ہمایت سے زیادہ منعوب سمجھا۔ اور حق و ہمایت کے مقابلہ میں ضلالت کو ترجیح دی
اس آیت میں ہدیٰ ہم سے مراد صرف اراءۃ الطریق (راستہ دکھانے) یعنی ہم
نے قوم شود کی رہبری کے لئے بڑے بڑے الاظہر میں مصلح سیفار مراد رہنا بھیجیے اور ہم نے
ان کے ہمایت کے تمام اسباب کمکمل بلکہ اکمل تین کرنے کی تھی۔ مگر اُن کی تاریکی کا کیا علاج کو ان کے بدر و
داعنوں اور عقولوں نے انہیں ہمایت سے روگر دان کر کے گراہی و ذلت کے گڑھے میں فی الیا

اور حقیقت یہ ہے کہ جب اقوامِ عالم میں سے کسی قوم کی بیماریجی کا خاتمہ ہونے لگتا ہے۔ اور ان کی خوش قسمتی بقیتی سے مبدل ہوتی ہے۔ تو وہ براہمی کے کاموں میں بھسلانی کی اسید کھنڈتی ہے اعمالِ شنبیہ کے ارتکاب میں بہتر تجویز کی توقع رکھتے ہیں۔ ان کی کچھ دعائی جگروی کو صحیح ردی کے زنگ میں دکھاتی ہے۔ سب سے پہلا مرحلہ جو انقلابِ تقدیر میں رومنا ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ قدرت ان کی عقل صیحح اور وجود ان سلیم سلب کریتی ہے۔ اور وہ قومِ سقیم انقلابِ مؤوف الدلیل بن جاتی ہے۔

۲، ہدایت کے دوسرے معنی میں (یصال الی المطلوب) مطلوب و منعوب چیزیں پہنچا دینا۔ یعنی صرف راستہ ہی نہ دکھایا بلکہ منزلِ مقصود تک پہنچاویا۔ جیسے قرآن مجید میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کے زنگ میں ارشاد ہوتا ہے۔ انکے لاتھدی من احبابت کے لئے محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کسی ایسے شخص کو جس سے کہ آپ محبت کریں منزلِ مقصود تک نہیں پہنچا سکتے۔ آپ کا کام صرف یہ ہے کہ وَادْعُ الی سبیلِ رہاب۔ اب یہاں ہدایت کا لفظ (یصال الی المطلوب) اور وہیں بالمقصود کرنے کے معنی ادا کرنا ہے۔ وہ نہ یہی کیسے کہا جاسکتا ہے۔ کہ معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارادۃ الظریق نہیں کر سکتے تھے۔ اور راستہ بھی نہیں دکھا سکتے تھے۔ آپ نے لاکھوں نہیں کروڑوں کی رینہائی اور یہی کے فرائض انجام دیتے۔ بے شمار انسانوں کو راوی راست پڑاتے۔ اور لاتس داد انسانوں کو مطلبِ مقصود تک بھی پہنچاویا۔

اب اس آیت کے معنے یہ ہوئے کہ یہ لوگ خدا تعالیٰ کے دکھائے ہوئے راستے کے را ہر وہیں۔ اور صرف را ہر وہی نہیں۔ بلکہ منزلِ مقصود تک بھی پہنچ چکے۔ اور فلاخ و بہبودی کو بھی حاصل کر چکے۔

اولٹا ہم المفاہون میں ضمیر ہم کو مقدم کر کے فلاخ کو انہی موسین شقین کو جماعت میں حصر فرمادیا۔ کہ حقیقی فلاخ انہی پاکبازوں۔ نیک سیتوں اور نیک طینتوں کا حصہ ہے جو نہ کوہہ صفاتِ حسنہ سے موصوف ہیں۔ اور جو لوگ ان صفات سے متصف نہیں۔ وہ خواجہ ساری عمر ریاضت نفس اور تہذیب اخلاقی میں صرف کر دیا۔ ان کی یہ کوشش سی لامائی مترادف ہے جب تک وہ اسلام کے دریجے سے فلاخ کی بام پر گامزن نہیں ہوں گے۔ اسی قدر تک ان بلند مدارج و مراتب پر صعود نہیں رکھتے۔ کیونکہ اسلام کے سوا خدا تک رسائی کیا

جس قدر دوسرے راستے ہیں۔ وہ سب کے سب مدد و دہیں۔ اور صلی اللہ علیہ کئے لئے
صرف ہی سقدس نبیپ کا مقدس دروازہ کھلا ہوا ہے۔ باقی جس قدر بھی ذرا یخ اور وسائل
اختیار کئے جائیں وہ سب کے سب مردود ہیں ۵

وَالْحَقُّ أَنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ

وَلَا يُنْكِحُونَ إِنَّ التَّنْكِيرَ فِي هُدًىٰ لِلتَّنْقِيمِ

وَاللَّهُ أَعْلَمُ عَلَمُ الْحَمْ

باب الحدیث

اسلامی زندگی کا مکمل پرگرام

(اق دعوة المظلوم فانه ليس بيده ولن يالله حجاب)
منظوم کی بدعا سے ڈر۔ یعنی خدا نے قدوس اور اس کے درمیان کوئی پردہ باقی نہیں رہتا (جناری مسلم)
خالق نے اناطلاق کو اپنی خلق رحمت کے لحاظ سے کیاں غریب ہے۔ قدرت کی وسیع تر
نگاہیں غریب و فقیر مغلس و امیہ ضعیف و قوی سب برابر ہیں۔ دنیا وہی وجہت و امارت
شہنشاہ حقیقی کے نزدیک بے تحقیقت ہے۔ خدا نے قدوس عادل ہا اور عدل پرندہ ہیں۔ فطرت
ظلم و تغیری کو حقارت کی نگاہ سے دکھتی ہے۔

رسالت اب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل کو جب مین کی گورنری کے وظائف
مفوض فرائیے۔ اور اپنے اس محلی القدر صحابی کو مین کی سر زین کا حاکم بنایا کہ بیسینے گے۔ تو دباریت
سے چند ہدایات میں جن کو واجب العمل قرار دیا گیا۔ اور حضرت معاذ کو ان پہل پیرا ہنری کی
تاكید فرمائی۔ ان میں سے ایک یعنی صوصی ہدایت فرمائی۔ کہ معاذ! دیکھنا کہیں تمہارے طرز عمل سے
کسی کا دل نہ دکھ جائے۔ تمہارا طرزی کا کسی لائق سکے لئے ایذا کا موجب نہ ہو۔ اگر تمہاری
طرز حکومت سے کسی کا دل محشر ہو۔ تو پھر یاد رکھو کہ مظلوم جب آہ کرے گا۔ فرمادیں اور
در درستیدہ کے تمام درمیانی پر دے اٹھ جائیں گے۔ یہی حدیث کولہ ان الغیب خواجہ افاض
شہزادی نے کیا ہی خوب نھیا یا۔

تبرس از آہ مظلومان کتہ جام دعا کروں اجابت از در حق یہ راستقبال مے آیہ

جب تک حقوق العباد میں عدل و انصاف سے کام نہ لیا جاوے اُس وقت تک حقوق اللہ کی پابندی قادر و عاول کی گرفت سے نہیں بچا سکتی۔ بقولیکہ ۵

نہار زہر د ریاضت نہار استغفار نہار طاعت شبھا نہار بی راری
نہار روزہ وہ روزہ راحضرا نماز قبول نیت اگر خاطرے بیازاری!

انسانی جذبات کا مجرم حکم کرنا قدرت کے دریائے غصب میں طوفان بہ پا کرنے کے قدر

۶

مت ستان طالم کسی کو مت کسی کی آہ لے
دل کے دکھ جانے سے ناداں عرش بھی ہل جائے ہے

وَمَا لِلظَّالَمِينَ مِنْ وَلِيٌّ وَلَا نَصِيرُهُ

راخلص العمل یعنی کم تک القلیل "رحماء العلوم"

(اینے عمل میں اخلاص پیدا کر۔ تھوڑا عمل بھی تیرے نے کافی ہے۔)
عین مطلق نہ تو اعمال و افعال کی طرف محتاج ہیں۔ اور نہ ہمارے طاعات و عبادات سے ان
کی قدرت میں اضافہ ہوتا ہے۔ اور نہ ہمارے تجاذب و عصيان سے ان گھنٹیاں تغیر واقع ہوتا ہے۔ وہ
بے پرواہ و بے نیاز ہیں۔ ان اللہ عنی عن العالمین

ان تمام شریعی احکام اور دینی اعمال سے مقصود خبیث و طبیب کی تمیز اور حق و بلال
کی تفریق ہے۔ اور صرف امام حجت ہے تاکہ مطیع و غیر مطیع متفاہ و غیر متفاہ۔ عاصی و غیر عاصی
مہتدی و غیر مہتدی ممتاز ہو جائیں۔ اور کہ الطاعت و عصيان سے جزا و سزا کا توازن کیا جا
سکے۔ جو شخص نیک کام کرے۔ اور اپنی تمام ترزیگی اطاعت الہیت کی نذر کر دے۔ مگر باس ہم
اُس کی نیت و غرض میں اخلاص نہ ہو۔ تو یہ سب کا سب سرمایہ سبکار اور اُس کی محنت رائیگاں
اُس کی سی بے شر اور اُس کی کوشش غیر مفید ہے۔ یکیونکہ یہ اس کے بے نوع اہمال پوست بغیر
اچھی بزم بے جان کی شکل رکھتے ہیں تو پھر حب بی اعمال بے مخزو بے رو روح ہیں اور ان کا
اندکوئی روحانیت نہیں۔ تو پھر ان کے ذریعہ سے کیسے ان فی رو روح ترقی کر سکتی یا اپنے صحیح نقط
نظر میں کامیاب ہو سکتی ہے۔

یا در رکھو! کہ سب اعمال صالح کی بنیاد اخلاص و نیک نیتی ہے جب اخلاص
نیک نیتی مفقود ہو۔ تو پھر جب زادۂ کی چھت کس پر قائم کی جاسکتی ہے؟

دوسری حدیث رسالت مبارکہ اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-
 ان اللہ لا ینظر الی اجسام کم خدا تعالیٰ نہ تو تمہارے جسموں کو دیکھتے
 وَ لَا إِلَى صُورَكُمْ وَ لَكُنْ يَنْظُرُ ہیں اور نہ صورتوں کو بلکہ وہ تو دلوں
 کے اخلاص کو دیکھتے ہیں۔ اولیٰ قلوب کم۔

یعنی تمہارا شیخیم و الحیم ہونا قدرت کی نگاہ کے لئے جاذب توجہ نہیں بن سکتا۔ اور نہ ہی تمہاری خوش صورتی قدرت کے لئے نظر فریب ہے۔ بلکہ وہ تو دلوں کے احوال کو جانتی اور اخلاص میں کو دیکھتی ہے۔

حضرت مسیح کرخی کا ارشاد ہے کہ وہ اپنے نفس کو مخاطب فرمائ کر کہا کرتے تھے۔ اخلاصی تنہ خاصی کہ اے نفس! نیت میں اخلاص پیڈ اکر اور اپنے اعمال میں نیک نیتی بخوبی ظاہر کر تاکہ آخرت میں نجات پا سکے۔ ونسال اللہ ان یہ محننا من عبادکا الخلصین ولا یجعلنا خلافی یوم الدین

الكلمة الطيبة صدقة

(خوش کلامی بھی خیرات ہے)

اسلام ایک عالمگیر اصولی نبہ ہے۔ اس کے قوانین افتاد فطرت کے مطابق ہیں اس کے قواعد عدالت کے زمگ میں تسامح ہیئت عالم کو حاوی ہیں۔ اس کے قوانین و قواعد کی پابندی انسانی زندگی کا حقیقی لامتحنہ اعلیٰ ہے۔ اسلام موجب فتحت ہے موجب بلفت ہیں۔ اسلامی راز یہ نگاہ سے انسان ہر وقت ہرگز ایساعت ایسے افعال و اعمال کر سکتا ہے جیسے جتنا اس کا جو چلے۔ اس حدیث میں حیات اسلامی کا لامتحنہ اعلیٰ بیان فرمایا۔ کہ اگر کوئی مسلمان نیک نیتی سے اپنے بھائی کے ساتھ خوش روی خوش خلقی اور خوش کلامی سے پیش آئیگا۔ تو یہ بھی ایک گونہ خیرات ہے۔ یہ کلمہ طیبہ اس کی سخاوت شمار ہو گا۔

اگر ایک شخص اپنی غربت والہاں کے پیش نظر سخاوت کرنے سے عاجز ہے۔ تو اسے اس اصول پر عمل پیدا ہونا چاہئے تاکہ اس کے مارچ اسخیاء کے مارچ کو پہنچ سکیں۔ اور وہ فلاخ آخرت سے ٹھیک اُسی مارچ مستغیض ہو سکے۔ جیسے ایک مال کے خسروں کرنے والا انسانی مسلمانوں کو روزمرہ گفتگو اور عام تعلقات میں اپنے پیاسے آفائلہ ایں اوری

کا ارت و اگر اسی سائنس رکھنا چاہئے اور ہمیشہ کے لئے ایسا طرزِ عمل اختیار کیا جائے کہ جس سے فرمانِ نبیؐ آنہوں سے اوجھل نہ ہو۔

ادفوں اور جنگ دیفر اسلام اور تصوف جامعہ تبلیغیہ سید ابو شعب

تصوف اور اہل تصوف پسیں بیرونی سے نکتہ چینیاں خواص و عالم کرنے ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ گو تصوف اس وقت تک زندہ رہ گیا جس وقت تک کوئی نہ سبب زندہ رہ گیا۔ اور اہل دل اس وقت تک زندہ رہیں گے جس وقت تک دُنیا رہیگی۔ خدا نے وحدۃ لاشریک لپٹے پرستار بندوں دینا کو ہمیشہ محروم رکھیگا۔ اور اپنے عبادت گزار مخلصین کو کبھی ذلیل و حوار نہیں ہونے دیگا ایضاً اللہ تعالیٰ اسلام اگر فطرتی اور ابدی نہ سبب ہے تو یہ اس کا درج دل تصوف بھی ابدی ہے جس پر زوال اور نقصان کا اندازہ نہیں۔ تاہم ضرورت تھی کہ جو مخالفتے مادہ پستی اور دنیا پستی تصوف کے باسے میں پیدا کر رہی ہے ان کی مکمل حقیقت کھوں دی جائے۔ اور خواص و علام کے سائنس میں حقیقت کا پھرابے نقاب کیا جائے۔

الحمد للہ علی ذلک۔ پر دولت اور یہ غمزد ملا انشاہ مناظر حسین صاحب مذکول استاد جامعہ عسکریہ دکن کو نصیب ہوا۔ آپ نے نہایت جامیت و اختصار سے مولا نعم عبد الاسلام صاحب ندوی کے مضمون "تفقیدہ تصوف" پر ایک نظر کرتے ہوئے تمام مخالفات اور کہتہ چینیوں کی ملکی کھول دی۔ بیس مولانا کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ اور آپ کے مضمون عالی بحث نو ان علم کلام اور تصوف کا صحیح مقام کے ابتدائی غیر متعلق حصہ کو حذف کر کے بعینہ ہیئہ احباب کرتا ہوں۔ تاکہ کسی ایں فطرت مسلمان کی ہائیت کا باعث نہ ہو۔ اور ان بعض الفتن اشہم (زنجیر بیعنی گمان گذاہ ہوتے ہیں) کے مطابق یا ک لوگوں کے باسے میں جو کسی کانیک گمان نہ رہا ہو۔ وہ دوسرے جو سے سَبَّا لَا تَخْعُلْ فِي قَلْوَمِنَاغْلًا لِلَّذِينَ أَمْتَوْرَسًا إِنَّكَ سَرْدُفُ الرَّحْيَمُ ہے

علاوہ بیس یہ مقابل خود تصوف کی حقیقت کا آئینہ ہے حقیقت شناس کیسے یہ اختصار مسلط کر لے سکتی و شافی۔ اور تخصیصیکے لئے کیک دفتر بھی سکا۔ اللہ تعالیٰ مولانا کو جزاۓ خیرے اور ہمیں استفہت اور اتابع خیر الورکوں کو توفیق عنايت فرمائے۔ اور طاہر و باطن بیان فرمائے! اور عقاید صحیحہ اور اعمال صالحی پر دنیا سے اٹھائے آئینہ شم آئینہ پر دبلا لائیں تیغ تلوپاً بعد اذ عذر دینا ذہب لئا موت لئے لذکر حقیقت اُنکَ اَنْتَ الْوَهَابُ ہے (محمد عصری کان اللہ علیہ سجادہ نشین۔ بیرل۔ صحن شاہ پور)

حضرت مددوح الصدر جناب مولانا عبد الماجد صاحب دریا آبادی کو جوابی خط لکھتے ہوئے رقط از ہیں :-
 رسالہ "محارف" انظر گو صیل ہمایے محترم فاضل مولانا عبد السلام ندوی تصوف کے تعلق
 مضایین لکھ رہے ہیں۔ جناب کی نظر سے گذر رہا ہوگا۔ "محارف" کی شان سے ایک ایسا یہ طرفہ
 مضمون عجیب ہے، ایک دونمبر ہوتے تو قابل برداشت تھے کہ دوسرا پہلو بھی یقیناً قبل تنقید تھا یعنی صیل
 صرف ایک ہی نقطہ نظر کی تائید وہ بھی ایک تیر و تند مصنف علامہ ابن حوزی کی رہنمائی میں جنے حضرت
 شیخ عبد القادر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی حجر کرد آرایا ہاں پہلی مولویت اور "صوفیت" کی پرانی داستان
 مسلمہ میں مشہور نام میں، اس سے بھی زیادہ تر عجیب ہے۔ میں کیا عرض کروں۔ لوگ لفظوں میں الجھ
 جاتے ہیں۔ تصوف کا مادہ اشتراق تلاش کرتے ہیں۔ لیکن ان لوگوں نے کبھی مولویت "ٹائیت"
 "مولانیت" کے مادہ اشتراق پر بھی بحث کی؟ کیا صحابہ میں کوئی مولوی ابو ہریرہ اور ملاما معاذ بن جبل
 اور مولانا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے۔ اگر یہاں پر بعثت دھڑنے سے جاری ہے تو سچاۓ صوفی
 کو لفظ صوفی کے عجیب و غریب اشتراقات بتاتا کر کیوں شرمایا جاتا ہے۔ حالانکہ صوفی ہو یا
 مولوی ہیرے خیال میں یہ مذہبی گروہ کی قسم ہی نہیں۔ بلکہ آدمی کی قسمیں ہیں۔ بعض آدمی صوفی صفت
 ہوتا ہے اور بعض مولوی صفت، انگریزوں میں بھی مولوی ہوتے ہیں اور صوفی۔ ہندوؤں میں بھی مولوی
 ہوتے ہیں اور صوفی ہے۔

حیدر آباد میں ایک بہت مشہور دہری آدمی ہیں۔ سن ہے کہ ائمۃ تعالیٰ کا نام یاندہ ہب کاغذ ازگو
 مرغی بسل بنانے کے بعد کافی ہوتا ہے۔ مگر میں جانتا ہوں کہ آدمیوں کے مختلف اصناف کے لحاظ از
 ان کا شمار صوفیوں میں ہو سکتا ہے۔ بہرحال مومن یا دیندار صوفی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ جب کوئی صوفی ایمان
 عمل صالح کے ساتھ موفق ہوتا ہے۔ تو اپنی مولویت کے جس ایمان کو پانा ہے۔ اسی طرح جب مولوی بھی ایمان
 و عمل کے دائرہ میں قدم رکھتا ہے۔ تو اپنی مولویت کے جس ایمان کو پانा ہے۔ اسی پر اطلاق لفظ مولویت
 کا کیا جاتا ہے کہس قدر علم ہے کہ تصوف کو اس قدر کریدا جائے لیکن کوئی اگر اسی طرح مولویوں کے
 دفاتر حدیث۔ رجال۔ اصول حدیث۔ خلق۔ اصول فقة۔ جدلیات و خلافیات پر کلام شروع کر دے
 تو اس ہی انصاف کیجئے کہ تحریر طعن کیجئے کیا اسے بھی اسی قدر ویع میدان نہیں مل سکتا ہے جالانکہ
 پچ یہ ہے کہ نہ محل سُخْریہ یہ ہے نہ وہ ہے۔ دنوں میں کچھ اچھے بھی ہیں اور بُرے بھی۔ اور عموماً امت
 اسلامیہ کے احسان ممومی نے ہمیشہ صادق کو کاذب سے چدا کر لیا ہے۔ یہی حافظہ ہیں اور عمر خیام۔
 کلام میں دنوں کے کیا ذرق ہے۔ لیکن اُمت نے کچھ فرق مجوس کیا۔ حافظہ مسلمانوں سے غیروں میں

گئے۔ اور خیام غیروں سے ہم میں آئے۔ ایک دل جس نے مجھے بھیب دھکی دی۔ کہ اگر تم مولیوں نے لفظ صوفی کی تکاپوٹی کا سلسلہ اسی طرح جاری رکھتا۔ تو یاد رکھو کہ ہم بھی لفظ ٹاؤ کو بودھوں کے لامہ کی آٹی ملیٹی شکل بنا کر رشہوڑ کریں گے۔ چلے صوفی صوف" اور یونان کی صوفا" میں گم ہوئے۔ اور غریب ڈلتت بخارا کا قید ڈلامہ ڈکٹ کر بن گیا۔ تصوف عیاشیت اور جوگیت سے مانع ہے۔ اور فقہ رذن اور پین اور گریک قانونیں پتیجی۔ یہاں تک کہ اپس کے جھگڑوں میں مسلمان مسلمان کو کہیں اور یورپ اپنے حوالی موالی کے جلویں ترہ لگائے۔ کہنی آمیتی بھی عبا سیہی کی سیاسی طائفوں کی تائیڈ کے سلسلہ میں جو باہمیں گھردی گئیں اسی کا نام حدیث ہے۔ رہمیا قرآن سو بیقولِ منقی عبدہ یورپ ہی کھٹا ہے کہ قرآن میں اگر ایسی باہمیں ہیں تو بائیں میں بھی ہیں تو نئی بات کیا ہوئی۔ اور اگر ایسی ہیں جو بائیں کی مخالف ہیں تو غلط ہیں۔ آخر قرآن نے اس کو لیا کہا ہے۔ اور جونہ بائیں کی موافق ہیں نہ مخالف تو پھر ان کی سند کیا ہے بمثلًا نامہ ابراہیم کا فقصہ کہ بائیں اس کے ذکر سے خاموش ہے۔

لیجئے کسی حال میں چین نہیں۔ نہ موافق تھے میں نہ مخالف تھے میں۔ نہ عدم مخالفت و عدم موافق تھے اب ہم مسلمین مسلمانوں کے پاس کیا رہا۔ لےئے کہ تیرہ چودہ سو سال کی جدوجہد سے جس چیز کو بجا پائے کچھا تے چلے آئیے تھے۔ وہ یعنی قرآن و حدیث و فقہ و تصوف کا سر و ریخ تھا۔ چند سطروں نے صد سال کی ساری تعمیر کو نیت دبا دکر کے رکھ دیا۔ نور و طاقت سے حکومت میں تھی سودہ بھی کھو بیٹھے۔ کچھ اشک شوئی کے نہ کوئی چیز اب رکھتی تو وہ ہماری علمی کتابوں کی طیاری کیٹھی تصویریں اور نہیں تو گری پڑتی ٹوٹی چھوٹی وہ عمارتیں جو دلی کھضتو سیکری۔ گولکنڈہ بیجا پور۔ فاطمہ۔ نزاٹر۔ اگر۔ قاہرہ۔ قسطنطینیہ۔ بنداد۔ بیشتر قند و بخارا کے کھنڈوں میں نظر آتی ہیں۔ یہی ہمارا سارا سر و ریخ ہے۔ فوزن الطیف کی تاریخ کی ترتیب میں کہیں ان کا بھی دکڑا جاتا ہے۔ محظیں آڑس کے ذریعہ سے صرف محمد مسنن اللہ علیہ وسلم کا نام زندہ رکھا جائیگا۔ اور اس پر بھی یہ زخم ہے کہ اس میں اس کا سرقة اس کی پوری اُس سے سینہ زدی کا الزام بھی ہے۔

"لَنْ تَرْضِيَ عَنْكَ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَىٰ" ۔ یہود و نصاریٰ تم سے راضی نہیں ہو سکتے۔

حتیٰ تتبیع ملتہم" | جبکہ تم ان کے کیش کے پروردہ بن جاؤ۔

کی کتنی کھلی تغیری ہے۔ بات یہ ہے کہ دشمن توجہ چاہیں کہیں وہ تو کسی شق پہنیں لیتئے نہ دیکھے، ہمیں ان کی کیا پرداہ ہے۔ اگر ذکر کا حافظ قیوم ہے تو ایک سینڈ کے لئے یہ وسوسہ قلعابے ایمانی ہے۔ کہ یہ بیٹ جائے گا اور مٹا دیا جائے گا؛

مگر دستوں سے صڑوگہ ہے مکن ہے کاغذ ہو یہیکن ناچیز کا ذاتی خیال تو یہ ہے کہ ہمارے پاس

چوکچو ہے سب کا رہا ہے۔ اور بعض چیزیں اگر آمد نہیں ہیں تو انہیں کی ضرورت صحتی۔ سب سے زیادہ سیکھ چیز اسی طبقے پر ملے کلام "کاظمیہ ذیروت" نہیں کیا جس طرح آج وہ بیکار ہے کل بھی اس کی از کافرستگی کا یہی حال تھا قطعاً غلط ہے۔ علم کلام "نصرت" دین کا ایک سلبی پہلو ہے جس زمانہ میں دشمنوں نے جس راہ سے حملہ کیا۔ اسی راہ سے ان پر مسلمان برس پڑے۔ ان ہی کی چیزیں یہ کران کے سرے سے ماریں ہیں نہ ہذا باقاعدہ، اپنی جگہ ایجادی طور پر کوئی ادنیٰ مسلمان بھی ان سماحت سے کوئی دلچسپی رکھتا تھا۔ راز یہ کلام کی کتابوں پر کتابیں مکھتے چلے گئے ہیں لیکن ان کی زندگی کیا تھی یہی بھرم الدین کبریٰ کے نعلین نشیون میں تھے۔ اور یہی حال اکثر اکابر کا تھا ہے۔

کلام کا زمکب بھی اسی لئے چھیشہ پر تارہ۔ ایک زمانہ وہ تھا جب پڑی فیاثات کے بغیر خود ہی مسلمانوں میں عقلیہ
جنہیں شروع ہوئی۔ نصوص محرکانیہ و حدیثیہ کے کسی ایک پہلو پر ان کی عقل زور دینے لگی۔ سلیمان الغفرة قلوب
کھڑے ہو گئے۔ اور اعتدال پر لانے کے لئے انہوں نے وہ کلام تیار کیا جس کا ذکر ہم اس طبع سنتے ہیں کہ امام
ابو حنیفہ بڑے تسلکتے تھے۔ حافظہ ابھی بنا فی تراجم کا زور کب ہوا تھا بلکہ آغاز بھی نہیں۔ وہ وہی خارجیت تو
رفضیت کے جھگڑے تھے۔ کوئی کہتا تھا کہ گناہ کبیرہ آدمی کو اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔ کسی کا خیال تھا کہ
کچھ ہی کرو لیسکن اگر ایمان سلامت ہے تو اعمال قبیلہ مضر نہیں۔ دونوں صرف قرآن پر محتستے تھے۔ دونوں عوامیں
پہش کرتے تھے۔ اس وقت ایک جماعت کھڑی ہوئی۔ اس نے اعتدال کا نقشہ پیش کر دیا۔ اُمت اُس
پیدا گئی۔ اسی زمانہ کی ایک پرانی بات ایمان کی زیادتی و کمی کا مسئلہ ہے۔ آج ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ
یہ کیا جھگڑا تھا۔ اور ہمدرد اللہ بجز عربی مدرسوں کے اس بحث کا ہمیں ذکر بھی نہیں میں سلسلی کے فرائض ادا
کرنے کے لئے ہم لوگ بطور ناخیجی واقعات کے ان کا ذکر کرتے ہیں۔ درہ نہ سوال ہے نہ جواب ہے
پھر ماہونی دود شروع ہوا۔ فلسفہ آیا۔ شورش ہوئی۔ سُنت اعصاب لوگوں میں کوئی اور ہرگیا اور
کوئی اور بحث لئیں نے اٹھ کر قیصلہ کیا ہے

یہ کلام کا دوسرا درد ہے۔ اور جب سوال ہوتے تو جواب ہے۔ درہ جہاں سوال ہی نہیں وہی جواب
بھی غائب۔ اب نہ جوہر فرد ہے انہیں خرق والیاں، نہ کرہ نار، نہ ہمیولی، نہ صورت نوعیہ اور نہ اس کے
آخر، سب بلوہ، پس وہ بھی نایوہ۔ پھر اس کے بعد کچھ خفیف خفیف سی تسمیں اور بھی ہوتی رہیں۔ حال میں
جو علم کلام مرتب ہوا تھا۔ اس کا ایواز آپ کو تو کمال فرمی محلی کی "العرفۃ الوثقی" مولانا بھر العلوم
کی "معالہ نافعہ" ہمکے استاد اعلامہ پرکات احمدی "الجۃ الباذعة" سے ہر سکتا ہے وہ اُس
زمانہ کے سوالات تھے۔ اس کے جوابات ہیں ہے

اب کلام کا ایک اور دور شروع ہو ہے جس کے اجزاء کیا ہیں یہ مسائل تبعیاد ازدواج، مسئلہ نہایتی نواں۔ غلامی۔ جہاد۔ قیام۔ سود۔ یا اکبر و عالمگیر کی سیاست۔ غزنوی و عزیزی کی حکومت۔ علوم و فنون میں ہمارا حصہ اور کچھ اسی کے ساتھ ساتھ دو ایک الہیاتی باتیں بھی یعنی مادہ یا خدا، کافی سے ناقص نکلا تو خدا ثابت ہو، یا ناقص سے کافی کاظم ہو ٹھوا تو مادہ ثابت ہو، ارتقائی مخالفات نے ذرا مادہ کے نیک کو گھار ہے خدا کے فضل سے کون دن جاتا ہے جو ان چند مسائل پر مخالف، موافق کوئی مضمون تمام اسلامی زبانیں میں شایع نہیں ہوتا۔ آج ہم اس کوکس قدر ضروری خیال کرتے ہیں۔ مگر دینیں اگر کوئی ایسا دن آیا کہ ایک مرد کے پیسے چالیں چالیں بھرتی پھر تی پھر نہیں۔ جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے۔

"کہ ایسا ہو گا"

ان آئینہ نسلوں کو ہماری شخصیت دلیلوں پر کس قدر نہیں آتیں۔ کیا کہیں گے کیے امعن لوگتے۔ جو اس پر وقت صدائ کرتے تھے۔ یہ بات بھی سوچنے کی تھی، اسی طرح جب دنیا پر کچھے ہوا کہ نیت نہیں تھیں سانپرہ نہیں ہو سکتا۔ جونہ تھا وہ ہو جو ہیں نہیں سکتا۔ اس وقت لوگ کس قدر قیچہہ نکالیں گے جب دمیں کو کہ ہم لوگ مسئلہ ارتقاء کے بطال پر کیا کیا زور لگائے تھے۔ اور یہ ثابت کرنے کے لئے کہ جب اصل مرضیہ و بوجیں ہلم نہ تھا۔ تو علم آیا ہوا سے، اور جہاں شور نہیں۔ وہیں سے شور۔ جہاں نعل نہیں دریا سے عقل۔ جہاں حیات نہیں دریا سے حیات۔ ہم کتنے بے چین تھے۔ نیتیں بہتی نہیں بن سکتی۔ لوگوں کو چیرت ہوگی۔ کہ یہ بھی بحث کی بات تھی؟

الغرض دین کی تائید کی یہ سلبی کوششیں زمانہ کے بدلتے ہے بلقی رہیں گی۔ اور ان کو بدلتے ہی رہنا چاہیے۔ ان کا اسلام اور مسلمانوں کے داخلی احساسات و ایقانت پر نہ پہلے کوئی اثر پڑا۔ احمد نہ اب پڑے گا۔ کیا مسلمان اس زمانہ میں جو دو بیویاں کسی ضرورت سے کرتا ہے وہ اس لئے کرتا ہے کہ اس نے مولوی مناکر کے وعظ میں اس کے جواز فلسفیانہ نکات سے اپنے دسو سے کا ازالہ کیا تھا؟ جھوٹ اور قطع جھوٹ۔ وہ تو اس لئے کرتا ہے۔ کہ اس کے پیغمبر مصلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت دی ہے۔ اب اگر کوئی مولوی اس کی تائید بھی کر دے۔ تو خوش ہتا ہے ورنہ اس کی زندگی میں قطعاً مولیوں کی سلبی تقدیر یا دخیری شرکیب نہیں۔ یہی عاقہ ہے۔

الغرض مجھے کہنا یہ ہے کہ جن بزرگوں نے جو کچھ کیا۔ وہ اپنے زمانہ میں کچھ دیکھ کر کیا۔ اور وہ ماجر تھے۔ اب ان پیش و نظر ان سے تمسخر و شخصیت کا اس لئے کرنا کہ اس وقت کے لئے ان کے مسائل کا کام نہیں کس طرح جائز ہو سکتا ہے۔ اور یہ تو اس سلبی ہلم کا حال ہے۔ جو وقت کے ساتھ مخصوص ہے۔

لیکن ایجادی علوم ان میں سے کسی کی بے مانگی یا از کار فرنٹ گی کا دعویٰ کرنا بڑی دلیری کی بات ہے جو صدیوں کی مخفتوں کو اور وہ بھی مخلصین اسلام کی مخفتوں کو اکارت قرار دینا اور جنپ تھوں میں فیصلہ کرنا بڑی زد دکاری ہے۔ آخر غذائی جنڈی کی امامت و جلالت کی قدر صرف اس لئے غنیمیں کہ وہ خود بڑے تھے بلکہ وہ اس لئے بھی ہے۔ کہ بڑے بڑوں نے قرآن قرآن سے ان کی پیشوائی پر مہر تصدیق شدت کی ہے۔ ان کی باتوں پر اتنی آسانی کے ساتھ نکتہ چینی کرتے ہوئے گذر جانا کیا محل عنوانیں ہے؟

یہ لوگ جو صوفیاً ہے کرام کی عملی زندگی کے بعض حصوں پر نکتہ چینی کرتے ہیں۔ وہ اپنے سامنے تنقید کے وقت صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم السلام) کی زندگی ہی کو کیوں رکھتے ہیں۔ حالانکہ پہنچ تو یہ تھا۔ کہ صحابہ کرام کے ساتھ ساتھ وہ اس اسوہ حسنے کی روشنی کو بھی او جمل نہ ہونے دیتے۔ جس کے ساتھ ولکھ فی رسول اللہ اسوہ حسنة کا اسلام آسمان سے سُن چکے ہیں۔ ان تمام مضامین اور کتابوں میں یہ امر بطور قدر مشترک کے پاتا ہوں۔ کہ تصوف کی تنقید کے وقت یہ مردوں (صحابہ کرام) کو تو دیکھتے ہیں لیکن خدا جانے پہنچا اسی وقت بکوں ان مردوں کے شیخ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) سے آنکھیں بند کر لی جاتی ہیں۔ حالانکہ اگر ہماری نظریں دونوں کی طرف ہتھیں تو پہت کچھ غلط فہمیں کا زال ہو سکتا تھا۔ آپ خیال تو کیجئے کہ کتنی آسانی کے ساتھ چلتہ کشی کی بعثت کی گئیں اچھا جاتی ہے سیکن قلع نظر اس سے کہ خود فبھد احمد اقتدار کے قانون عائد کرنے والے قرآن نے موسیٰ علیہ السلام جیسی جعلی القدر پیغمبر ان فطرت والے آدمی کے لئے اربعین (چله) کی بیعاد مقرر کی۔ ماں کے صوفیوں کی بیان بے معنی ہی۔ ابھی اور خود کشی ہی بسیکن قرآن کی اربعین کی کیا حکمت ہے۔ اس طویل مدت کی مفرست؟ آگر اللہ میاں ان سے بات ہی کرنا چاہتے تھے تو یہ یونہی پیغمبر اربعین و شلتین کے نہیں کر سکتے تھے؟ خوب مرعن پلاو۔ قید مر۔ قلیے الغرض مولویانہ دعوت نوش فراز اگر اپنے زم غالیچے پر، اس چیز پر فرمون سوتا تھا۔ شاہی محل سر انہیں تو علماء کے سمجھے سجائے کرے میں لحاف اڈھے پڑے ہئے اور اتنی دیر تک سوتے رہئے کہ طلوع آفتاب کا وقت قریب آ جاتا۔ حتیٰ کہ نماز کا وقت بھی تیگ ہوا جاتا۔ کیا حق تالی اس پر قاد نہیں کہ ان حال میں بھی لپنے کسی نہیں سے مناجات فرمائیں؟

لیکن قدرت کے کچھ تو نہیں ہیں۔ اور بھومنا سنت اسے ان ہی تو نہیں کی پا بندی سے حلل ہوتے ہیں۔ اور جانے دیکھئے۔ یہ تو ایک اسرائیلی قصہ ہوا۔ ملة سکھہ بیضاوار میں اس کے مذکون ہوئیں کوئی دلیل نہیں ہوا۔ جب بھی اسرائیلیات کا چلتا ہوا فقرہ کہکر آسانی مالدیا جاسکتا ہے بسیکن وحی قرآنی سے پیشتر کسی کو حبیب الیہ الخلاو پر خلوت کی تھا۔ کیوں مرغوب کرائی گئی۔ یہ حرام

اوداں کا سارا قصہ بوجنگہاری اور مسلم کے اجع الاسانید سند کے ذریعے مروی ہے، کیا ہے؟ یہ تخت اور تحفہ کیا تھا؟ یہ چند حکم پلچھے لے کر کئی محظیہ سے چند میل دُور وحش و سماءع والی بیان کی پہاڑی میں سل راتیں گذرانی! ایسی کالی پلی راتوں کو دشتِ عرب کے کھوہ میں کیتے تن تہاب سکنی کیا تھا؟ اور گو عام خیال یہی ہے کہ حراء کا جوار (چلکشی) ایک ہی دفعہ ہوا لیکن ابن ہشام جب کہتے ہیں کہ من کی سنتہ شھریٰ (اہر سال میں ایک مہینہ حراء میں چلکشی فرماتے تھے) تو معاملہ سا لوں تک پھیل جاتا ہے۔ اوداں کے انکار کی کوئی وجہ بھی نظر نہیں آتی یہ میثلاً "اسلام علیکم" کسی کا ہبنا جیسا کہ سلم اور ترذی میں ہے باصرہ پر عجیب غریب انوار کی تجلیاں جو سیر کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ کیا بتایا جائے غریب صوفی کے متعلق تو کہدیا جاتا ہے کہ "خلوٰۃ اللہ" اور "دہنی خشکی" کی بدولت اس پر ایسے آثار طاری ہوتے ہیں لیکن کیا ان بزرگوں کا ارادہ کچھ آگے بڑھے کا بھی ہے؟

اُف! "نہ رازِ کستہ باریک ت زموایں جاست"

پھاڑ کے کھوہ کی چلکشی سے غیب سنتیوں کا ٹھوڑو، جیسا کہ محدث سیل نے تصویح کی ہے کہ جریل سے پہنچے آپ کو اسرائیل عیسیہ الاسلام کے ملکوں وجود کا مکاشفہ سیل تین سال تک ہوتا رہا۔ اس نے بعد جریل کی دبود کا دشہبُر ناسوئی نہ پھور جسے سب جانتے ہیں، آخر یہ سب کیا ہے؟

حیرت ہے کہ مسکین صوفیوں کی "توجه" ان کی "نظر" ان کے "معانیتے" صرف خرافات خیال کئے جائیں بیکن یہی جریل عیسیہ الاسلام کا حراء میں غلط اور غلط بھی ایسا شدید کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

"حق اطہنت اندھہ الموت" میں نے ایسا خیال کیا کہ گویا موت (طاری ہو گئی)

امام بخاری یہ کیا روایت کر رہے ہیں؟ کس کے متعلق کہہ رہے ہیں؟ سینہ سے سینہ لکانے اور دبانے کے پھر غلط کی کیفیت کیا تھی؟ جس کے رادی بخاری نہیں تو ان الحقائق اور طبری ہیں۔ کیا عرض کیا ہے صوفی جس دم کرے۔ تو اس کی گردان ماری جائے۔ کہ یہ جو گتھے۔ اشراق ہے۔ لیکن حیث چب غلط کا تز جمہ جس س النفس (ذوقانی ملا) سکرے۔ تو ان کا ٹوکنے والا کوئی نہیں۔ بلکہ فیاضی کی مشہور سند سے اس کی تائید میں حدیث حراء کا یہ مکارا میں کیا جاتا ہے۔ کہ غلط کے بعد جریل عیسیہ الاسلام کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ "فاختذ بحلقی" (انہوں نے میرے ہلق کو دیا ہے)

لہ یعنی سینہ سے پٹا لینا۔

یعنی سانس، مک دی، آخر سانس کے روک دینے کا کیا نفع؟ جب باطنی قویٰ کی بیداری یوں بھی شامل ہو سکتی ہے؟ کہا ان جزوی و ملی قاری کے یہ بھی موضوعات کی روشنی ہیں؟ وہی ہوتی ہے۔ زور دشود کے ساتھ ہوتی ہے۔ مولویوں سے پوچھا جاتا ہے کہ کس طرح ہوتی ہے؟ جب ان پر نہیں ہوتی ہے۔ تو چپ رہنا تھا۔ کہ جس کو ہوتی ہے وہی اس کی کیفیت بھی جان سکتا ہے۔ بنیائی سے جو محروم ہے وہ کیا بتا کر آئندہ والے کس طرح دیکھتے ہیں؟ کیا شاول سے سمجھانے میں کھیر عمواً طیب می نہیں ہو جاتی؟ اور اس کے بعد اس کا حلق سے پار ہونا محال نہیں خیال کیا گیا۔ لیکن اگر کوئی ضحیف البصر کسی تیز نگاہ دار کے دیکھنے کی کیفیت کے ادنیٰ احساس کو اپنے اندر پاتا ہے تو آخر اس پڑھنے والے ملعون کی خلوکر کیوں لکھا جاتی ہے۔ جب کامل بنیائی کے ہم قائل ہیں تو ناقص کے ماننے میں ہمارا کیا بگرتا ہے؟
(باتی تبیہ)

تاریخ و عبرت خلیفۃ المسالمین حضرت صدیق اکبر اور میرزا علیہ السلام میں حضرت کی بارہی محبت و مودت کا نظارہ

بعض لوگ اپنی کم علمی اور فرقہ ضالہ شیعہ کی خود ساختہ روایات کے ماتحت یہ سمجھے بیٹھے کہ

اہ تینی قیاس انسان کوں غلط مناجت ملک پہنچا تھے۔ اس کی تمنی ابھی شال اس عامیانہ قصہ میں پڑھیو ہے۔ کہ کسی اندھے کے ساتھ کھیر کافی۔ اندھے نے پوچھا کیا ہے؟ لوگوں نے کہا۔ کھیر!۔ بولا۔ کھیر کیا؟ کہا گیا۔ کہ ایک سفیدی سی چیز! اندھے کے ساتھ کھا کر کے کھا ٹولو؟ دیکھو بکھر اسیا ہوتا ہے۔ اندھے کے ساتھ سے تمام دہنی مقدمات حذف ہو گئے۔ صرف ہاتھ کو ٹول کر فرما حکم لگادیا۔ کہ کھیر اگر اس قدر کھیر ہو تو حلق میں اس کا جانا قطعاً محال ہے۔ اور اس دعویٰ کو وہ اپنے تجربہ مشاہدہ پر بنی اور ہے۔ ٹولنا جانا تھا۔ اور کہا جانا تھا تاکن ہے ایسکی وجہ سے اندھے نہیں اتر سکتی! یہ حال ان لوگوں کا ہے جو غیب کو شہادت کی شاول سے سمجھاتے ہیں اور ان کے مخاطب عموماً مخالفوں میں ملکلا ہو جاتے ہیں۔ پھر حال نامکن۔ نہیں یہ بتتا کی صداوں سے سمجھی گردوں نظر اُٹھتے ہیں۔ آئندہ دا لوں کو حیرت پوری ہے بلکن اندھا کہتا جاتا ہے کہ میں کھیر کو بھی جانتا ہوں اور حقیقت کو بھی۔ دونوں میں تطبیق ملے ہے۔ حالانکہ وہ کھیر کو نہیں۔ بلکہ اس طیب سے ہاتھ کو جانتا تھا۔ جیس کو کھیر کے قلماسابت نہیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اخھرست صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی حاذشین اور خلافتہ اسلیم ابو بکر صیلۃ الرحمۃ علیہم السلام کی خلافت پر بحیثیت نہیں کی۔ یا اگر بحیثیت کی بھی ہے۔ تو حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد یعنی چھ ماہ بعد کی ہے۔

ہم آج اس بحث کو صاف کرنا چاہتے ہیں تاریخی واقعات اور عبرت روایات کی روشنی میں یہ ثابت کیسیکے کہ یہ خیال عوام کے دل میں محض ناداقیت اور حقائق ناشناسی کے باعث پیدا ہوا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ کی شان اس سے کہیں بالاتر ہے۔ کہ ان کی طرف ایسا غل نموب کیا جائے۔ جو امت اسلامیہ میں افتراق و تشتت کا باعث بن سکتا ہو۔

انقلاب حکومت میں جب تک پیک کے جذبات میں انقلاب نہ ہو جکومت لٹنگی اور وقوف نہیں ہے۔ اور جب تک عام خیالات اور توقعات کا راستہ پہلی حکومت سے ٹوٹ کر دوسرا موجود ہوتے۔ وابستہ نہ ہو۔ اور جب تک قلبی عقیدت میں رفتار تبدیل نہ ہو۔ اس وقت تک غالب تسلیط حکومت کا اقتدار پیدا نہیں ہو سکتا۔ اسی نظریہ کے پیش نظر جب فی امیہ کی حکومت آخری سناس لیکر ختم ہوئی۔ اور حاکم حقیقی نے بنی امیہ کا مقدراً قتدار آل عباس کے سپرد کیا۔ اس وقت بنو عباس کو اپنی حکومت و شوکت قائم کرنے کے لئے ضروری تھا کہ وہ سابقہ حکومت کو بذریجن جرمیں کا تکب قرار دے کر اپنے دامن کی حصوصیت ثابت کریں۔ اور اطراف ممالک میں عام جذبات کو اس زنگ میں حاصل کریں۔ کہ سلوب الحکومت لوگ خطہ کا رکھتے اور موجودہ ذور کا اقتدار پسند خاندان تمام اُن خامیوں سے پاک ہے۔

بنو عباس نے مصلحت اور سیاسی چال کے تحت اخخار نسبت اور شیله لامست کا پروپریگنڈا شروع کیا جس کا نتیجہ ہم آج اپنی آنہوں سے دیکھھتے ہیں۔ آل عباس نے بوجہ قربت نبوی اپنی شوکت و حشمت و خلافت کے استھناق کو ثابت کیا۔ بنو عباس کی اختتامی حکومت تک کے طویل عرصہ میں ہمیشہ یہ پروپریگنڈا اور غلط شهرت اپنے زور علی پر رہی جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ بالآخر متعدد سالوں کی متواتر و مسلسل کوشش اپنا زنگ لا کر رہی۔ اور عوام کے دل میں یہ خیال جائز ہو گیا۔ کہ خلافت کے اہلی حقدار بنوہ ششم ہی تھے لیہنہ اسی نہیں علی کرم اللہ وجہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ تھی خلافت تھے۔ ہن لئے یہ کی تائید میں ایسی روایات بھی گھڑی گشین جن سے صدیقاً علی کرم اللہ وجہ و حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں باہمی دل برخ دعا د کا مطلب

ہو سکے۔ صدیوں تک پروپگنیڈا کامیاب تھا۔ زبانِ خلق و اتفاقات کے خلاف متھک نظر آتی ہے۔ عوام نے اس سلسلہ میں کوئی زیادہ تحقیق نہ کی۔ اور اس کی اہمیت کا فیصلہ صرف لوگوں کی زبانوں پر موقوف رکھا۔ حالانکہ یہ طریق تحقیق کوئی وقت نہیں رکھتا کیونکہ جب تک کسی اسلامی و اتفاقات بے نقاب نہ ہوں۔ اور حقیقی حالت سے غلط پردہ نہ اٹھایا جائے، اس وقت تک کسی صحیح نتیجہ تک پہنچا نہ صرف دشوار ہے بلکہ بحال ہے۔

اب ہم ذیل میں ذمیک سب سے بڑے مسلم مؤرخ و منسر کے بیان کردہ چند تاریخی و اتفاقات پیش کر کے اصل حالات کی نقاب کشائی کرتے ہیں۔ اور حقیقیت کو معرض خامسے نکال کر منصہ شحوود پر جبلوہ گر کرتے ہیں۔

اب کثیر کو علمی طبقہ میں تاریخ و تفسیر کی حیثیت سے جس قدر وقت و وقار کی تکالیف سر دیکھا جاتا ہے۔ اُس کی مثال شا ذوفار طبقہ ہے۔ اور ان کی مشہور و محرکۃ الاراء تصنیف ہے۔ المبدایہ والخصار کو تاریخی تحقیقی لحاظ سے جو استیازی شان حاصل ہے۔ مولانا بھی کسی دوسری تصنیف کو مثل سے نصیب نہیں۔ ہر تدوینی روایت کو سند کے ساتھ اور کامل تحقیق کے ساتھ اپنی کتاب میں وہ رکھ کرتے ہے جب ذیل اقتباسات اس میں درج کئے جاتے ہیں۔

سب صحابہ حضرت صدیق کی بیعت پر
متقن ہوئے حتیٰ کہ حضرت علی بن ابی طالب
اور زبیر ابن العوام نے بھی بیعت کی
اور اس پر کھلی کھلی دلیں وہ ہے جس کو
بیویت نے ابی حمید حذری بغیر سے روایت
کیا ہے۔

وقد اتفق الصحاۃ رضی اللہ عنہم علی بیعة الصدیق رضی اللہ عنہم فی ذلك الوقت حتیٰ علی این ابی طالب و ابی زبیر ابن العوام رضی اللہ عنہما والدیل علی ذلیک ماروا له البیهقی عن ابی سعید الحذری رضی اللہ عنہما والدیل علی ذلیک ۴۱

یہی سلم مؤرخ و منسر اسی کتاب کے دوسرے صفحہ رقطرانہ میں ہے:-
اوجسام کے اپنی سندوں میں عفان
بن سلم عن وہیب سے مفصلاً ایسی
روایت کی ہے۔ جیسی ہم پہلے روایت

واخر جبکہ الحاکم فی مستند رکھ
من طریق عفان ابن مسلم عن
وہیب مطولاً نخوماً تقدم

کرچکے ہیں۔ اور یہ بھی محاصلی عن القاسم ابن سعید بن المیب عن علی ابن عاصم عن الحیری عن ابی نصرة عن ابی سعید کے طبق سے یہی روایت ملی ہے۔ انہوں نے بھی حضرت علی اور زبیر کی سجیت کے متعلق تصریح کی ہے۔ کہ وہ اُس نے (روز اول) واقع ہوئی۔ اور موسیٰ ابن عقبہ نے اپنی مغازی میں سعد ابن ابریشم نے جو لپٹے باب سے روایت کی ہے لایا ہے۔ اور کہا کہ اس کے والد حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ حضرت عمر کے ساتھ تھے۔ اور حضرت ابو بکر نے خطبہ دیا اور لوگوں سے محدث رت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ خدا کی قسم میں شب و روز کے کسی حصتے میں امارت کا طالب نہ تھا۔ اور نہ ہی میں نے بھی خلوت و جلوت میں خدا کو شکری کر لیا اور حضرت اور زبیر نے فرمایا کہ یہیں صرف یہی اعتراض تھا کہ یہم مشورہ سے رکھتے۔ ورنہ یہ جانتے ہیں کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ زین کے لوگوں سے خلافت کے سب سے زیادہ خقدار ہیں اور رسالتنا کے صاحب غاریبیں اور ہم ان کے شرف و حیز کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ اور زبیر بیکی یہ کہ انحضرت صدیق رضی اللہ عنہ زندگی میں لوگوں کی امامت کا حکم فرمایا۔

در دینا عن طریق المعاصلی عن القاسم بن سعید بن المیب عن علی
ابن عاصم عن الحیری عن ابی
نصرة عن ابی سعید قد کہ
مشلہ فی مبایہ علی والزبیر
رضی اللہ عنہم ایام میڈ و قال مسوی
ابن عقبہ فی مغازیہ عن سعد
بن ابراہیم حدثی ابی ان
اباہ عبد الرحمن ابن عوف
کان مع عمر و ران محمد بن مسلمۃ
کسر سیف الزبیر شم خطب
ابوبکر و اعتذرس الی الناس و
قال واللہ ما کنست حورصا علی
الامامتی لو ما ولایۃ ولا
سالتها اللہ فی سر ولا علایۃ
فقبل المهاجرون مقالت
قال علی والزبیر ما الا لانا اخڑا
عن المشومتی و انا نزی ابا بکر
احق الناس بھا انه رصاحب
الغار و انا نبغ فشرفہ
و خیرہ ولقد امرک رسول
الله صلی اللہ علیہ وسلم
بالصلوۃ بالناس و هو حی .

- ابن کثیر کی اس روایت سے حسب ذیل بطور تاریخ ثابت ہوئیں۔
- (۱) حضرت علیؓ اور حضرت ریثؓ نے اسی دن بیت کی جس دن تمام صحابہ نے کی یعنی تیغہ دل میں حضرت صدیقؓ کی بیت پرست صحابہ نے اتفاق و اجماع کیا۔
- (۲) حضرت علیؓ کی رائے میں حضرت ابو بکرؓ نے صحابہ کے مجمع میں تقدیر کرتے ہوئے امارت طلبی سے انکار کیا جسی کہ خلوت و جلوت میں اس کا کبھی خیال بھی دل ہیں نہیں گزرا۔
- (۳) اس مجمع میں حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ بھی موجود تھے۔
- (۴) حضرت علیؓ نے صرف تاخیر عن المشورہ کا اعتراض پیش کیا۔
- (۵) حضرت علیؓ کی رائے میں سب سے زیادہ حقدار خلاف حضرت صدیقؓ تھے۔
- (۶) حضرت علیؓ کی رائے میں حضرت صدیقؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب غار تھے۔
- (۷) حضرت علیؓ نے فرمایا کہ آنحضرت نے اپنی زندگی میں امامت ہماز کا منصب صدیقؓ اکابر رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا۔
- اب اس کے بعد ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی رائے ملاحظہ فرمائی ہے:-

اور حضرت علیؓ کی رفتہ شان کے لاٹ بھی یہی تھا۔ اور وہ روایات بھی یہی ثابت کرتی ہیں۔
جن سے حضرت علیؓ کا حضرت صدیقؓ کے سچے نماز ٹھندا اور واغہ ذی القصہ کی طرف اکٹھا نکلنا (جیسا کہ ہم آگے بیان کریں گے) اور مجلس میں شامل ہو کر مشورہ و نصیحت دینا ظاہر ہوتا ہے۔ اور جو بعض احادیث میں یہ وارد ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت صدیقؓ سے حضرت فاطمہ کی وفات کے بعد بیت کی۔ اور حضرت فاطمہ نے راست آپ سے اللہ علیہ وسلم سے چھ ماہ بعد وفات

و هذل اللذوق بعے رضی اللہ عن
والذی یدل علیہ الاتار من
شهودہ من الصوات و خروجه
معه الی ذی القصہ بعد مو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کلم عنور دک و بد له لہ النصیحة
و المشورۃ بین یدیه واما ما
یاق من مبایعته ایا لا بعد مو
فاطمہ و قد ماتت بعد ابیها علیہ
السلام بستہ اشہ فذ المک
محمول علی انها بیعة ثانیہ
انزلت ماماں قد وقع من وحشة

بسبب فی الكلام فی المیارات ومنعه
ایا هم ذلک بالنص عن
رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم
فی قوله لا نورث ما توکفا
صدقۃ بیت ۳ جلد ۴
زائل ہو گی۔

پائی یہ دوسری بیت تھی۔ اور اس بیت سے وہ آپ کا اختلاف جو حضرت فاطمہ کی میراث طلبی اور حضرت صدیقؓ کا لابنوت ماترکناہ صدقۃ کی حدیث اور نصیحت کے اخت منع کرنے سے واقع تھا تھا۔

ابن کثیر کی اس رائے سے جو اُس نے احادیث و اجبار کی روشنی میں مرب کی ہے۔
جب ذیل تابع نکلتے ہیں۔

(۱) حضرت علیؓ کی رحمت شان کا مقتضی یہی تھا کہ وہ حضرت صدیقؓ کی بیت کرتے رہے، بہت سی روایات اور احادیث بھی اس نظریہ کی موئید ہیں۔

(۲) حضرت علیؓ کی اقتداء حضرت صدیقؓ کی اقتداء میں نمازیں پڑھتے ہے۔
رہ، مجلس مشاورت و مناصحت میں ہمیشہ ثال ہوتے ہے۔

(۳) حضرت علیؓ نے حضرت صدیقؓ کی جو بیت حضرت فاطمہؓ فی الشعنبہ کے انقال کے بعد کی تھی۔ وہ بیت ثانیہ تھی۔ ورنہ اول بیت اُسی دن واقع ہری تھی۔ جب سب صحابہ کرام نے کی تھی۔

(۴) اس بیت ثانیہ کا مشاہد اس اختلاف کو زائل کرنا تھا۔ جو میراث طلبی سے واقع ہوتا تھا۔
وہ بیت ثانیہ سے وہ اختلاف زائل ہو گیا۔

اوہ بھی شہر مصنف بیت اول کے واقعہ کی یوں تشریح فرماتے ہیں۔

قال الحافظ ابو بکر البیهقی بن سند جمیل
عن ابی سعید الاحمری فصعد
ابو بکر المتنبر فنظری وجہ القوام
فلما رأى الناس قال قد عا بالزباد فخار
فقال قلت ابن عمہ رسول اللہ و
خواریہ ان تشدق عصا
المسلمین فقال لا تثبت يا

حافظ ابو بکر البیهقی نے بہترین سند حضرت ابو سعید خدری رضی سے روایت کی ہے کہ حضرت ابو بکر منیر پڑھتے اور قوم پر نظر ڈالی تو حضرت نبیر کونہ دیکھا۔ پھر حضرت نبیر کو بلوایا۔ اور فرمایا کہ لے رسالت مآمیز کی پھر پھی کے رٹ کے اور ان کے حواری۔ کیتیا یہ مشاہد ہے۔ کہ تو مسلمانوں کی جماعت میں

تفصیق و افتراق پیدا کرے جنہوں نے زیرِ نہ
جواب دیا۔ کہ اے خلیفۃ رسول اللہ کوئی
عتاب نہ کریں۔ پھر حضرت زبیرؓ ملکے اور
بیت کی پرستی کو دیکھنے پر علوم تھا۔ کہ
حضرت علیؑ موجود ہیں۔ تو حضرت علیؑ کو بولیا
اور فرمایا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے چھاڑا دیکھائی اور دامادؑ کی تو چاہتا ہے
کہ مسلمانوں کی جماعت میں نفاق و اشتقاق
پیدا ہو۔ تو حضرت علیؑ نے جواب دیا کہ اے

خلیفۃ رسول اللہ فقام فبايعہ۔
شم نظری و جو لا القوم فلم
پر علیاً فدعا علی ابن ابی طالب
تجھا فقال قلت ابن عم رسول اللہ
و خلیفۃ علی ابنه اسدت ان
تشق عصا المساخین فقال لا
تأذیب يا خلیفۃ رسول اللہ
فبايعہ۔

(ز) تاریخ ابو الفداء ابن کثیر جلد ۵ ص ۲۴۹

خلیفۃ رسول اللہ کوئی عتاب نہ کرو۔ اور پھر بیت کی۔

(۱) امام بحقی کی اس روایت سے حب ذیں شائع واضح ہوئے۔

(۲) یہ روایت نہایت بہترین ثقة روایت ہے۔

(۳) مجمع میں حضرت علیؑ اور زبیرؓ رضی اللہ عنہما حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے ٹلانے پر
شرف لائے۔

(۴) حضرت علیؑ اور زبیرؓ نے تسلیم کر لیا۔ کہ حضرت صدیق کی بیت نہ کرنا تقویت میں
کے متراود ہے۔

(۵) حضرت علیؑ اور زبیرؓ نے حضرت صدیق کو سعیت سے پہلے خلیفۃ رسول اللہ کے

الفاظ سے مخاطب فرمایا۔ جس سے واضح ہوتا ہے۔ کہ وہ بیت سے پہلے بھی حضرت
صدیق کی خلافت کے قائل تھے۔

(۶) اور ابن کثیر نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے۔ و قد رواه البیهقی عن الحاکم الیضا
کہ اس روایت کو بحقی لے نہ کلم کے ذریعہ سے بھی روایت کی ہے جس سے واضح
ہوتا ہے۔ کہ یہ روایت غیر مستور بلکہ مشہور ہے۔

(۷) اور یعنی مشہور و مسلم محمد مفسر و سوراخ ص ۲۰۵ پر رقمطراز ہیں۔
رسائی علیؑ بعد فاتحہ سیدنا فاطمة حضرت علیؑ نے یہ دیکھا کہ وہ حضرت فاطمہ

کی وفات کے بعد حضرت صدیق سے اپنی بیت کا تجدید کریں۔ جیسا کہ ہم آگے چل کر صحیحین وغیرے سے روایت کریں گے۔ اور اس بیت کا بھی ذکر کرنے کے جو کہ آخر صرف صست اللہ علیہ وسلم کے دفن سے پہلے قوع پیر محتقدم لہ من السعة قبل دفن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ہوئی۔

رضی اللہ عنہا ان یجده والبیعة
مع الی بکر رضی اللہ عنہ کما
سنذکرہ من الصحیحین و
عیوها فیما بعد انشاء اللہ تعالیٰ
محاتقدم له من السعة قبل دفن
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس مندرجہ بالا روایت سے حب ذیل نتائج واضح ہوتے۔

۱، حضرت فاطمہ کے بعد حضرت علی نے حضرت صدیق سے جو بیت کی ہے وہ بیت ثانیہ تھی۔
۲، دوسری بیت تجدید کی غرض سے تھی۔ اور صحیحین کی روایت بھی اس کی مویثہ ہے۔
۳، یہی بیت حضرت علی نے رسالت آب صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخیں سے بھی
پیشتر کر لی تھی۔

بعض لوگ صحیحین کی روایت سے غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ لیکن اس کی تفصیل خاطر رکھنے
حضرت صدیق چل پڑے۔ اور حضرت علی نے فرمایا کہ ہم آپ کے علم و فضل کو بخوبی جانتے
ہیں۔ اور خدا تعالیٰ نے جو غایات آپ پر کی
ہیں۔ اس کے بھی قائل ہیں۔ اور خدا تعالیٰ
نے جو فضل و کرم آپ (صدیق) پر کیا ہے۔
اس کے سعلق میں کوئی یہ گمانی یا حد نہیں۔
بات صرف اتنی تھی۔ کہ آپ نے مشورہ میں استبداد
و اکیلیاں کیا۔ اور ہمارا یہ خیال تھا کہ ہم شورہ
میں آنحضرت صلح کی قرابت کے سبب ہمارا
بھی حق ہے حضرت علیؑ وس طرح باہیں کر رہے
تھے۔ کہ حضرت صدیق روپرے اور فرماتے
گئے کہ اس ذات مقدس کی قسم بے قبیلہ قدر
میں صدیق کی جان ہے۔ آنحضرت صلح کی

فانطلق ابو بکر و قال رَبِّنِي إِنِّي أَنَا قَدْ عَفْنَا
فضلَكَ وَمَا أَعْطَاكَ اللَّهُ وَلَمْ يَنْفَسْ
عَلَيْكَ خَيْرَا ساقَهُ اللَّهُ إِلَيْكَ وَلَكُنْكَمْ
اسْبَدَ دَتَرْدَ بِالْأَمْرِ وَكَنَافَى لَقَرْسَتَهَا
مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِنْ لَنَافَى هَذِهِ الْأَعْمَرْ نَصِيبَهَا فَلَمْ يَزِلْ
عَلَيْهِ يَذْكُرُهُ كَبِيْرًا وَبِكَوْنِهِ وَقَالَ وَالَّذِي
نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَرْبَةً رَسُولُ اللَّهِ
صلِّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ الْأَصْلَى
مِنْ قَرْبَتِي وَمَا الْأَدْنِي شَجَبَنِكَمْ
فِي هَذِهِ الْأَحْوَالِ فَانِي لَمْ آلَئْ
فِيهَا عَنِ الْخَابِرِ وَلَمْ أَتَرِكِ أَهْرَانَ
صَنْعَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَصْنَعَتَهُ

رشتہ داری مجھے اپنی قربت سے زیادہ غریز ہے۔ اور جو کچھ ان دونوں آپ کے اور تمارے درمیان حالات میں اختلاف واقع ہوا ہے میں یقین دلاتا ہوں کہ میں نے اپنی طرف سے بھلاکی میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ اور ہر ہس کام کو جس کو رسول مقبول صنعت نے کیا تھا کیا ہے۔ پھر بُنقت حضرت ابو بکر نے نماز ظہر ادا کی۔ نونہر پڑھے۔ خدا و رسول کی حمد و شنبایان کی اور حضرت علیؑ کی پوزیشن بتلائی۔ اور جس عندر کے پش نظر حضرت بیت سے رہ گئے تھے پتکو بھی طاہر فرمایا۔ آں کے بعد حضرت علیؑ نے

فلما حصله ابو بکرؓ انطہر دقیقی علی المنبی فتشهد و ذکر شان علی و مخالفہ عن البیعة و عذرۃ بالذی اعتذر سبہ تشهد علی فحظهم حق ابی بکرؓ و ذکر فضیلۃ و سابقة و حدیث انه لم یحبل علی الذی صنع فقاً علی ابی بکر شد قاهر الی ابی بکرؓ فیاضیہ فا قبل الناس علی فقاً فقاً واحسنست۔ رواۃ البخاری صد احادیث فی کتاب المعازی البدایہ والجایہ تاریخ ابن کثیر ص ۲۸۶ جلد ۵

خطبہ دیا۔ اور اپنے خطبہ میں حضرت صدیق کے رفتہ ثان فضیلت اور سابقت کا اٹھا رہا فرتاتے ہوئے بیان فرمایا۔ کہ جو کچھ میں نے کہا۔ اس میں قطعاً کسی بدگمانی کو دخل نہیں۔ پھر حضرت علیؑ اٹھے اور حضرت صدیقؓ کی بیعت فرمائی۔ اور لوگوں نے ”بہت اچھا کیا۔“ کی آوازیں بلند کیں۔

بخاری کی اس روایت سے حسب ذیل تسلیح ثابت ہوتے ہیں۔

(۱) حضرت علیؑ حضرت صدیق کی رفتہ شان اور علم رتبت کے قائل تھے۔ بلکہ اُسے برمنبر بر بھی اٹھا رہا فرمایا۔

(۲) حضرت علیؑ نے جو کچھ لمحی فرمایا۔ اس کا سب کسی قسم کی بدگمانی نہیں تھی۔ رس، حضرت صدیق کے تزدیک آنحضرت کی قربت دار اپنے عزیزیوں اور رشتہ داروں سے زیادہ عزیز تھے۔

(۳) حضرت صدیق نے حضرت علیؑ کے حق میں اپنی طرف سے کوئی کوتاہی نہیں فرمائی۔

(۴) حضرت صدیق نے ہر کام میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع عتقدم سمجھا۔ اب اس بیعت کے متائق تاریخ و حدیث کی روشنی میں امام ابن کثیر کی رائے متبہ کرو۔

مالخلفہ فرمائیے۔

یہ بیت جو حضرت علیؓ نے حضرت صدیقؓ سے بعد وفات سیدہ فاطمہؓ کی بیعت صلح و صفائی کے لئے مٹو کر دئی۔ اور یہ دوسری بیعت تھی۔ اور اسی بیعت کی وجہ سے جسیکہ جس کو ہم ذکر کر رکھے ہیں۔ جیسے کہ ابن خزیمہ نے روایت کی اور امام مسلم نے اس کی تصحیح کی۔ اور یہ بھی ثابت شد اور یہ کہ حضرت علیؓ حضرت صدیقؓ سے ان جیہے ہمینوں میں مجانب نہ تھے۔ بلکہ حضرت صدیقؓ کی اقتداء میں نماز پڑھتے رہے۔ اور مشورہ دیتے رہے۔ اور واقعہ ذی القصہ میں اکٹھے

نہذہ کا ابیعة الی وقعت من علیؓ لای بکر بعده وفات فاطمہؓ بیعة موكدة للصالح الذی وقع بینہما وہی ثانیة للبیعة الی ذکر ناہا اولاً يوم السقیفہ کما رواه ابن حنفیۃ و محمد مسلم بن الحجاج ولم یکن علیؓ مجاہنا لای بکر هذہ الستة الا شمشیر بن کان یصلی و راءہ و یحضر عندہ المشوّقة و سکب معہ الی ذی القصہ ص ۲۸۶ جلد ایضاً۔

سوار ہو کر حلے۔

امام ابن کثیر کی رائے سے حب ذیل باقیں بطور نتائج ثابت ہوتیں۔

(۱) سیدہ فاطمہؓ کی وفات کے بعد جو بیعت و قوعہ پذیر ہوئی تھی۔ یہ دوسری بیعت تھی۔
(۲) یہ دوسری بیعت صلح و صفائی کے لئے تھی۔

(۳) اسی بیعت یوم سقیفہ واقع ہوئی۔

(۴) دوسری بیعت صلح و صفائی کی غرض سے تھی۔ اور اسی بیعت خلافت حقہ کا اقرار تھا۔
(۵) اصحاب سقیفہ میں حضرت علیؓ بھی موجود تھے جو لوگ اصحاب سقیفہ کے متعلق زبان پرازی کرتے ہیں۔ وہ حضرت علیؓ کو بھی نہیں بجا سکتے۔

(۶) اس پہلی بیعت کی صحت کے متعلق ابن خزیمہ اور امام مسلم کا اتفاق ہے۔

(۷) حضرت علیؓ سیدہ فاطمہؓ کی زندگی میں حضرت صدیقؓ سے علیحدہ نہ تھے۔

(۸) حضرت علیؓ حضرت صدیقؓ کی اقتداء میں نمازیں پڑھتے رہے۔

(۹) حضرت علیؓ مجاس مشاورت کے رکن رہے۔

(۱۰) واقعہ ذی القصہ میں حضرت علیؓ صدیقؓ کے ہر کا ب تھے۔

حضرت علیؐ کو حضرت صدیقؓ چھے کس قدر محبت تھی؟

روایات سے جس قدر تلاج نکلتے ہیں ہم نے ہر روایت کے مطابق بیان کر دیتے ہیں۔ تاکہ نتیجہ اخذ کرنے میں کسی دشواری کا سامنا نہ ہو۔ مندرجہ بالا روایات سے خلافت صدیقؓ اور عبیت علیؐ کا معاون باطل صاف ہو گیا ہے۔ اور حقائق کی روشنی میں مندرجہ بالا تلاج نکلتے ہیں۔ ذکورہ روایات میں بار بار واقعہ "ذی القصہ" کا لفظ آیا اور یہ متلا یا گیا۔ کہ اس واقعہ میں حضرت علیؐ حضرت صدیقؓ کے ہمراہ کا ب تھے۔ اب ہم اس واقعہ کو اسی شہر و مسلم مصنف کی تاریخی کتابی سے واضح کر کے ائمہ مضمون کو ختم کرتے ہیں ملاحظہ ہو:-

وَقَعَهُ ذِي الْقَصَّةِ مِنْ حَضْرَتِ صَدِيقٍ جَرِشِ
اسلامیہ میں شاہ ہو کر مدینہ سے اپنی تلوار
کو شنکے کئے ہوئے تکلے۔ اور مقام ذی القصہ
جو مدینہ سے ایک منزد کے فاصلہ رہے کی
طرف چلے حضرت علیؐ حضرت صدیقؓ کی
سواری رحلیا ہے تھے۔

جس قوت حضرت صدیقؓ ذی القصہ کی
طرف تکلے اور اپنی سواری پر تشریف فرمائی
تو حضرت علیؐ نے سواری کی باگ کو اپنے ہاتھ
پیں پکڑ کر کہا کہ "اے خلیفہ رسول اللہ کہاں جا
ہے ہو۔ میں تھیں وہی کہتا ہوں جو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے تھیں جنگ احمد میں کہا
تھا۔ اپنی تلوار کو ڈھانیو اور ہم اپنی ذات
گرامی کے مشتعل تکلیف نہ ہو اور مدینہ کی طرف لوٹ جاؤ۔ خدا کی قسم اگر آپ کی ذات گرامی کو گرامی
قسم کی تکلیف پڑھی تو پھر اسلام کے اندر کبھی بھی نظام پیدا نہ ہوگا۔ پھر حضرت صدیقؓ لوٹ
پڑے پر اس واقعہ سے حب ذیل تلاج واضح ہوتے ہیں:-

- ۱) حضرت صدیقؓ واقعہ ذی القصہ میں بھی اور دوں کی طرح پرچش نکلے۔
- ۲) ان کی سواری کی باگ حضرت علیؐ کے ہاتھ میں تھی۔ ۳) ان کو حضرت علیؐ نے روکا۔

رَكِبَ الصَّدِيقُ يَقِنًا بِحَيْثُ الْإِسْلَامُ
شَاهِ أَسْفِيهِ مَسْلُولاً مِنَ الْمَدِينَةِ
إِلَى ذِي الْقَصَّةِ وَهِيَ الْمَدِينَةُ عَلَى
رَحْلَةٍ وَعَلَى إِبْنِ إِبْرَاهِيمَ طَالِبٍ يَقُودُ بِرَا^{عَيْتَ}
حَلَةُ الصَّدِيقِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا۔

لَمَّا بَرَزَ الْوَبِيرُ إِلَى الْقَصَّةِ وَاسْتَوَى
عَلَى سَاحِلِهِ أَخْذَ عَلَى إِبْنِ طَالِبٍ
بِزَمَانِهِ وَقَالَ إِلَى إِبْنِ يَا خَدِيفَةَ
رَسُولُ اللَّهِ أَوْلَى لِكَ مَا قَالَ سَعَى
اللَّهُ - لَمْ سَيِّفَكَ وَلَا تَفْجِنَا بِنَفْسِكَ
وَاسْتَحِنَّ إِلَى الْمَدِينَةِ فَوَاللَّهِ لَئِنْ
فَجَعَنَا بِكَ لَأُنْكِنَنَّ لِلْأَسْلَامِ

نَظَامَ اَنْدَادَ فَرَجَعَ ص ۱۵۵ جلد ۶ -

گرامی کے مشتعل تکلیف نہ ہو اور مدینہ کی طرف لوٹ جاؤ۔ خدا کی قسم اگر آپ کی ذات گرامی کو گرامی
قسم کی تکلیف پڑھی تو پھر اسلام کے اندر کبھی بھی نظام پیدا نہ ہوگا۔ پھر حضرت صدیقؓ لوٹ

(۴) حضرت صدیق کا بعض عزوات میں اگلی صاف میں شال نہ ہونے کا سبب دربار نبوی کا اشارہ
گرائی تھا جس کو حضرت علیؓ نے بیان فرمایا۔

(۵) حضرت علیؓ اس امر کے قائل تھے کہ حضرت صدیق کو نقمان پختنے سے اسلامی
نظام ہمیشہ کے لئے مفقود ہو جائیگا۔

دوسری اجگہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں :-

اور علی بن عاصم نے عن الحیری عن ابی الفڑہ
عن ابی سعید الحذری روایت کی ہے اور
وس روایت کا اسناد بالکل صحیح ہے۔
اور اس کے اندر فاءہ جلیلہ ہے۔ اور
وہ تبردست فاءہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ
نے حضرت صدیق کی بیت فرمائی اور حضرت
حضرت علیؓ حضرت صدیق سے کبھی بھی جد
نہ ہوئے۔ اور یہی حضرت صدیق کی اقتدا
میں نمازیں پڑھتے ہے۔ اور یہ کہ حضرت
صدیق ذی القصہ کی طرف متذین کی جنگ
کے لئے توارکو سوت ہوتے تھے تو
اس وقت حضرت علیؓ آپ کے ہمکار تھے۔

روانض کی روایات اور ان کے مسل پر اپنگندہ اکی بنیار یہ بھی عوام میں ہے
ہے۔ کہ صحابہ کرام خصوصاً صدیق اکبر رضی اللہ عنہم آن حضرت علیؓ رضی اللہ عنہم و مسلم کی لائغین و
تدفن و صلوٰۃ جنازہ میں شرکیب نہیں ہو سکے۔ حالانکہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ و محبہ مؤمنین
کا الفاق ہے کہ تیس امام امور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اہم دمشودہ سے سر اخراج تھے
تمام صحابہ نے ان میں حصہ لیا۔ این کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔

قد قدمنا انہم رضی اللہ عنہم صدیق اکبر رضی اللہ
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صدیق اکبر رضی اللہ
کی بیت میں دشنبے کے دن اور شنبہ
کچھ حصہ مشغول ہے جب یہ مخالف

وقد سواہ علیؓ ابن عاصم عن علیؓ
الحریبی عن ابی نفرة عن ابی سعید
الحدری اسنادہ صحیح و فیہ
فاثدق جلیلہ وہی مبایعۃ
علیؓ ابی طالب لم یغادرت
الصدیق فی وقت من الاوقات
ولم ینقطع فی صلوٰۃ من
الصلوات خلفہ و خرج
محمد ابی ذی القصّۃ لما
خرج الصدیق شاہراً سیفہ
ییدی قتال اهل الردۃ۔

ایضاً ص ۲۳۹

قائم اُستوار اور مضبوط ہو گئی۔ تو آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز غسلی (غسل و قوف) ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ تکی اقتداء میں شروع ہوئی۔

فلما تمہدت ولودت و تہذیت شرعاً
جد ذالٹ تی تجھیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقتدین فی کل مَا
شکع علیہم مابی بکر رضی اللہ عنہ
راہبایہ والھایہ جلد پھیم۔ صفحہ ۲۶۰

روئیدا و مناظر ساجھر

ضلع موضع ساجھر کلاس تحریصیں وضعیت حضنگ علاقہ تھا نہ مسن میں ایک شیعہ ذاکر فضل جین سکنہ کو ملکہ شیرازی نامہ پورے آگرہ شیرازی خانی نمہب شیعہ کی تبلیغ کا کام شروع کیا۔ اس نے اعلان کیا۔ کہ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھ لون جائیز نہیں۔ اور ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے والا قطعی دوزخی اور جنگی ہے۔ یہ اعلان سنت ہی جہاڑے شیعہ نے اہل سنت کو تاشریف کیا۔ اس پر میاں گل محمد ولد پیر شاہ قریشی سکنہ جھامرن ایک استھنا کا حکر فضل جین کر کے پاس رکھیا جس کے الفاظ لفظ بلطف سوال کے درجواب کے ناظرین کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔

موال : بخدمت جانب فضل جین صاحب شیعہ عرض ہے کہ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا جائیز ہے یا نہیں۔ اور ہاتھ باندھ نماز پڑھنے سے نماز ہوتی ہے یا نہ جواب تکریز فراہیں۔ گل محمد قریشی از ساجھر کلاس تعلم خود۔

جواب بعون العبد الوہاب : ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا مطلق جائیز نہیں۔ عند الشیعہ اسناعتیہ۔ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا بغایۃ تقدیم کے اٹھانماز کو نظر دینا ہے۔ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے والا قطعی جنگی ہے۔ ہاتھ باندھ نماز کو تلوٹنے باعث ہے فضل جین سید شیرازی سکنہ کو ملکہ شیرازی ضلع شاہ پور تعلم خود۔

اس فتویٰ کے لکھنے جانے پر مہر بہادر ولد محمد بخش صاحب ساجھر و جیون ولد میاں مراد نورم مکناسن نے ہاکر فضل جین نمکور سے شہوت کی طلبی پر مناظرہ تقدیر کیا جس پر یہ فنصیلہ ہوا۔ کہ اگر سید شیرازی ساجھر جین ہاتھ بھول کر نماز پڑھنا فریض مجید سے ثابت نہ کرے۔ تو چالیس روپیہ جوانہ ادا کرے۔ اور اگر قرآن مجید سے ثابت کرے تو چالیس روپیے کا ستحق ہو گا جو شیوں کی طرف سے پرمایہ سید شیرازی اور ہلست الجماعت کی طرف سے ہر بہادر ولد محمد بخش ساجھر ضامن مقرر ہوئے۔ تاریخ میتہ سے پہلے روز مولوی چراغ دین صاحب ہلست الجماعت کی طرف سے تشریف فراہیوئے۔ ذاکر فضل جین صاحب بھی آپنے خط و کتابت شروع ہوئی فاضل جین نے یہ غدر پشتی کیا۔ کہ میں مولوی حسپرانگ دین صاحب کے سافنہ مناظرہ نہیں کتا۔ مولوی غلب الدین سکنہ چک جوہ

یامولوی علی محمد علاء قادری شاہ غیری والے ہوں! اسی بحث میں کافی وقت صرف ہو گیا۔ مناظرہ سے ناممید ہو کر بعد طہر مولوی حپر لارن الدین صاحب نے دعٹھ شروع کیا۔ لتنے میں ایک جماعت دس بارہ آدمیوں کی جموض خد و کر قرشیان سے جو ذاکر صاحب کے پاس آئی ہوئی تھی۔ ذاکر صاحب نے جبراً افراز کر کر ایک تقدیمی کرنے میں مناظرہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔ مولوی حپر ان دین صاحب نے رقہ پڑھکر فرمایا۔ بتکیا فضل حسین صاحب جلدی بلاؤ۔ تاکہ مناظرہ شروع کیا جاوے۔ ایک آدمی اُس جماعت سے فضل حسین کی طرف دوڑا۔ باڑھ جماعت ایک طرف علیجودہ ہو کر بیٹھیے گئی۔ مولوی صاحب نذکور ایک شخص مون در نصایل حضرت ابوالکھدا رضی اللہ عنہ از مقولات سیدنا علی رضی اللہ عنہ بحوالہ کتاب معانی الاخبار مطبع ایرانی بیان کر رہے تھے۔ کہ شیعہ طالب علم امتحان کھڑا اسیوا اور کہنے لگا۔ کہ اگر یہ عبارت کتبہ اہل شیعہ میں دکھلا دو۔ تو میں اسی وقت اُن طرق میں دکھلا کر فرمایا پڑھو۔ کس طالب علم نے جواب دیا۔ میں تو نہیں پڑھ سکتا۔ آپ ہی پڑھیں۔ مولوی صاحب نے کتاب کا نام اور صفت کا نام اور مطبع ایرانی پڑھ کر سنایا۔ حپر مولوی صاحب وقت اُن شیعہ طالب علم سمجھے ہی ہٹا اور ہاتھ اٹھا کر کہنے لگا۔ دیکھو جی۔ کتاب سنبھول کی ہے۔ اور نام شیعہ کا ہے بیان کرتے ہیں۔ مولوی صاحب نے اس کی حالت دیکھ کر فرمایا۔ کہ اگر یہ کتاب اہلسنت والجماعت ثابت کر دیں۔ تو تم کو پاچ حصہ در پیہ انعام دیا جائیگا۔ وہ اپنی جماعت کے پاس جا کر کہنے لگا۔ کہ ہم صاحب میرے ساتھ فارسی میں گفتگو کر لیوں۔ وہ طالب علم نے الحقيقة مفہد تھا۔ اور فضادر اس کا امداد ہوا تھا۔ اس کی وجہ کا ست کو دیکھ کر مولوی و حافظہ مرادی صاحب ریس موضع سلیمان اُٹھ۔ اور شیعوں کے حوالے کر طرف مخالف طالب ہو کر فرمایا۔ کہ شخص مفہد ہے۔ کس کو مجلس سے نکالو۔ یا ہم اسکو کو پالیں کے حوالے کر ہیں۔ اور ساتھ یہ بھی فرمایا۔ کہ اگر یہ کتاب سنبھول کی ثابت کر دیو۔ تو میں اسی وقت اس کو پاچ حصہ در ندرانہ دینے کو تیار ہوں۔ لتنے میں علی محمد ولد شیر محمد فرشی مذہب شیعہ سکنہ دوست اُٹھے اور باندھ کر کہنے لگے۔ کہ میں آپ سے معافی مانگتا ہوں۔ یہ شخص بھول گیا ہے۔ اور غلطی کر بیٹھیا ہے۔ مجھے معاف فرمایا جائے۔ تب حافظہ صاحب موصوف نے معافی دے دی۔ تب شخص مفہد بیٹھا اور سر نیچے کر لیا۔ لتنے میں فضل حسین صاحب بھی میں ان مناظرہ میں آپنے۔ فرلقین سے ایک ایک اور صفت نصف گھنٹہ پر قدر کے لئے وقت مقرر ہوا۔ اور یہ شرائط مہمیں ہے۔

را، ہمیں فضل حسین را تھوڑے کھوں کر مناز پڑھنا قرآنِ محمدی سے ثابت کرے گا۔

۱۲) اور جو فریق میں ان مناظروں سے پہلے بھاگ جائے۔ اس کی تاریخ اور سکت سمجھی جاوے گی۔
 یہ شرایط ہوئے کے بعد مولوی چپرائے الین صاحب نے ہرگز کروہ کانفارتوی والا پڑھکر
 حاضرین کو سنا یا۔ اور فضل حسین کی طرف مخاطب ہرگز فرمایا کہ آپ اس کا نذر چبس ہجگہ لفظ عند الشیعہ
 اثمار عشرہ یہ کہا ہے۔ ساتھ ہی عند اسننہ واجماعتہ کالفظ ہی تحریر کر دیں۔ تب بحث ہو۔ مجبور کیا گیا۔ مگر
 لکھدیے فضل حسین صاحب ہرگز آمادہ نہ ہوئے۔ مولوی صاحب نے فرمایا۔ اچھا۔ آپ ملکی ہیں جو عوام
 پیش کریں فضل حسین صاحب اور ٹھیک شروع ہی سے اپنے دوسری پہنچ آیات پڑھیں۔ عا۔ قل افلام المؤمن
 الین الخ۔ ۲۔ فویں للہم صلی اللہ علی الین الخ۔ ۳۔ المولی اللہ علی الین قیل لیهم کفوا الخ۔
 رہ، کہا بداًکم تعودون وغیره وغیرہ۔ مگر قریان جائی۔ قرأت کیا تھی۔ گویا اسیاً معلوم ہوتا تھا کہ قرأت
 سیکھنا تو در کرنا رہتا۔ گویا آپ قرأت والوں کی مجلس میں بھی ہر کہہ شامل نہیں ہوتے۔ اور ترجیحہ درج کیا خاصوں
 کا معنی ہے تھے کھولنا اور ساہوں کا سختی بھی ہاتھ کھولنا۔ اور آیتہ نمبر ۳ سے بھی ہاتھ کھولنا بیان کیا۔ اور
 آیت نمبر ۴ سے بھی بیان جس طرح تم کھلے ہاتھ بیا ہوئے اسی طرح کھلے ہاتھ مرست و قبت بھی ہوتے ہیں۔
 ہمزا اور کھولوں کر نماز پڑھنی چاہئے۔ وغیرہ وغیرہ۔ لتنے میں وقت ختم ہو گیا۔ اور مولوی چپرائے الین جب
 لکھتے۔ پہلے خطبہ پڑھا۔ بھر جدہ آیات پیش کر دی کے متعلق فرمایا کہ ان میں سے کسی ایک سے بھی ہاتھ کھولنا
 نابت نہیں ہوتا۔ قدماً فاعل المؤمنون الین هم فی صلواتہم خاصوں۔ ترجیحہ۔ خدا تعالیٰ
 فرماتا ہے سعی فلاح اور بحث اُن مومنوں کے لئے ہے۔ جو نماز میں عاجزی و زاری کرنے والے ہیں۔
 خاصوں کا سختی تو ارب داسکار ہے۔ ادب ہاتھ باندھنے میں ہے نہ کہ ہاتھ کھول کر اکٹھوں اور
 اسستی و کاہلی کرنا۔ یعنی دیل ان نمازوں کے لئے ہے۔ جو نماز میں سُستی کرتے ہیں۔ نہ کہ ہاتھ کھولی کر
 نماز پڑھنا۔ اور آیت نمبر ۳ کفوا کے معنی بند کرنے کا ہے ذکر کھولنا۔ اور آیت نمبر ۴۔ کہا بداًکم
 تعودون یعنی جس طرح تم کو خدا تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا۔ اسی طرح مٹی میں داخل کر لیجائ۔ اس آیت
 نیں کون سا ایسا الفاظ ہے جس کے معنی فضل حسین ہاتھ کھولنا لیتا ہے۔ ہرگز اس آیت میں ہاتھ کھو
 نابت نہیں ہوتا۔ اگر اس سے حالت پیدائش بقول فضل حسین مراد ہو۔ تو سیدا ہوتے وقت لڑکا
 باست سے آکو دہ ہوتا ہے اور اس کا بدن تنگا ہوتا ہے۔ فضل حسین اُسی حالت میں نماز پڑھکر دکھلا دیں۔
 ہر ان تمام آیات سے تو ہاتھ کھولنا ہرگز ثابت نہیں۔ فضل حسین وہ آیت پڑھیں جس سے ہاتھ
 بیولنا ثابت ہو۔ لتنے میں عصر کی اذان ہو گئی۔ مولوی صاحب نے فرمایا۔ پہلے عصر کی نماز ادا کری

جائے۔ کیونکہ وقت تنگ ہونے کو ہے فضل حین صاحب نے فرمایا۔ نہیں اُول مناظر و مہماں چاہئے کیونکہ سامنے کا سخن تو آپ ہاتھ کھولنا لیتے تھے سستی دکانی کا بھی تو قریب بھی نہ تھا۔ نہاد فضائی پڑھنے کا کیا خوف۔ اہل شریعت اور جماعت نے نماز باجماعت ادا کی۔ اور فرقہ شیعہ فضل حین دو درجہ کے ویکھتے ہیے نماز ادا کرنے کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ فضل حین صاحب پھر اٹھ کھڑے ہوئے۔ بعض محرزین نے کہا۔ بحث تو ہو چکی۔ ہاتھ کا کھولنا تو فضل حین ثابت نہ کر سکے۔ اب مناظر و ختم کیا جائے۔ سید فضل حین اچھلتے تھے۔ اب میں اسکی ثابت کرتا ہوں۔ مولوی چراغِ الدین صاحب نے فرمایا کہ آپ آئیت وہ پڑھیں جس سے ہاتھ کھولنا ثابت ہو۔ فضل حین صاحب نے پھر وہی آیات پڑھیں۔ جو پہلے پڑھ چکا تھا۔ اور وہی ترجمہ جو اور پتھر کیا گیا ہے۔ پیش کرتا رہا۔ مولوی صاحب بار بار یہی فرماتے ہے کہ اب وہ آیات پڑھو جن میں ہاتھ کھولنے کا بہوت ہو فضل حین صاحب نے ایری سے چوٹی تک زور کلکا یا تو ہاتھ کھولنا ثابت نہ کر سکے تقریب اور کتابوں کی طرف توجہ ناما ممکن تھی جو اسکے احوال و احوال بارہ آئیہ۔

عملِ روزانہ تھا حضرت علیؓ تو ہانم باندھ کر حضرت الیک برصیدنی خصی اللہ عنہ کے پیچے نماز ادا کرتے رہے۔ جس کا ثبوت کتب شیعیہ سے مل سکتا ہے۔ اتنے میں فضل حین کا وقت ختم ہوا۔ اور مولوی چراغِ دین حب اُٹھے فضل حین۔ وقت ختم ہوتے ہی میدان سے چل دیا۔ مولوی چراغِ دین صاحب آواز قیتے ہے کہ فضل حین اپنے دعوے کا جواب لیکر جانا گرسی کی ایک بھی نہ سُنی۔ دس بارہ آدمی پیچے سے جائے۔ اہل اسلام نے شام کی نماز بھی باجماعت وہاں ادا کی۔ اور دوسرے روز وعظ کی خبر مشترکی گئی۔ دوسرے دوسرے مخلوقات آئی ہوئی تھی۔ قریب بستیوں والے جلے گئے۔ اور دوسرے والے وہاں ہے۔ روشنی پر ترہ چار پائی کا رتظام کافی تھا۔ عالی الصبح مولوی صاحب نے رقہ لکھ کر فضل حین کے پاس بھجا کر آپ کل والے دعوے کا جواب لیکر نہیں گئے۔ میدان مناظروں میں اکبر جواب لے لیوں۔ فضل حین صاحب نے صاف انکار کر دیا۔ کہ میں ہرگز نہیں آتا۔ دوبارہ آدمی بھجا گیا۔ کہ آرٹ آپ اس جگہ نہیں آتے۔ تو ہلامی جماعت آپ کے پاس آتے کو تیا ہے۔ تب بھی فضل حین نے صاف جواب نہیں دیا۔ کہ نہ میں اس جگہ آتا ہوں۔ اور نہ اس جگہ جواب لیتا ہوں۔ تب مولوی صاحب نہ کرنے والے میدان مناظروں میں مواعظِ حسنہ سے حضرت مسیح کی استفاقت بڑھائی۔ فضل حین نے اپنی جگہ مرثیہ خوانی ادا کی۔ تیسرے روز چار مولویوں والے فضل حین کی قیام گاہ پر شیعہ جمع ہوئے۔ وہ جگہ عام دارہ ہے۔ حقہ والے حقہ اور بھبھک اور بھبھک اگر تو شش کرتے ہیں۔ کرم حین ولد فتح شاہ نے ان کو کہا۔ کہ جو شخص علیٰ کو مانتے والے ہو۔ وہ اسی جگہ الگو نہیں نکال دے۔ اس سے کون انکار کر سکتا تھا۔ تمام حاضرین نے اگر کوئی نگائی فضل حین کرم حین نے مشکر کردی۔

کہ یہ سب سنئے تھے۔ اب شیعہ ہو گئے۔ اور ان ۱۹ اشخاص کے نام اخبار درج ہفت سیا لکوٹ میں شائع کر دیتے۔ اب وہ سب شیعہ مذہب تائب ہو چکے ہیں۔ اور توہین نامے بھی تحریر کر رکھے ہیں۔ جو بطور نمودنہ مذہب توہین نامہ تحریر ہے۔ باقی اسی طرح تصویر کر لیوں۔ فتح شافع تکیہ اس توہین نامہ کی صلی نقل سی حکیم محمد ولد پیر شاہ قریشی سکنہ ساجدہ کلاسن کے پاس موجود ہے۔ یہ ہے۔ مباحثہ اور مناظرہ۔ جو شیعہ صاحبان تکست کھائز کھڑیں جائیں گے۔ اور اہلنت الجماعت کو خداوند تعالیٰ نے فتح عظیم عطا فرمائی۔ کیونکہ حق حق ہوتا ہے۔ اور حجتوں جو ہو۔

کہہ نے پسچ کہا ہے۔ سچائی چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے کہ خوشبو آنہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے

دوسرے روز سمی سروار بخش و لوسمن قوم ایمہ انسیال و پانچ چھار آدمی دیگر موجود اور دھوانہ سے چلکر وہاں مقام مناظرہ پر جا ہے۔ مخفی۔ رستے میں سی ہمہ رام و لد کھینہ رام جو کپیدار ملا۔ مسمی مذکور نے پوچھا۔ مہر صاحب! پھر مناظرہ پر جا ہے ہو؟ مسیان مذکور نے جواب دیا۔ ہاں۔ اور کہا۔ تم نہیں چلتے؟ مسمی مذکور نے کہا۔ میں کل گیا تھا۔ میں کا جانا کافی ہو گیا ہے۔ پھر مسیان مذکور نے پوچھا۔ میں کیا تھیں سکاں۔ جواب دیا۔ ہمکو اور پریت تو کوئی نہیں لگتا۔ مگر یہ پتہ لگا۔ کہ جب بوقت اشاع مناظرہ یعنی صراحت مذکور نے مناظرہ بند کر کے اذان کہا کر نماز باجماعت ادا کی۔ فرقین یہ نامی شیعہ جیسے ہم ہندو بلیتھے ہے وہ اسی طرح بلیتھے ہے۔ سو اس

”قرآن و مسلمانوں کا بہترین لطف کی حرف“

جن علاقوں میں مژاٹی جو ایمہ پائے جاتے ہوں۔ اور یہیں زندگی سے باز رہنے والے ہوں۔ اُس مکاٹ کے مزراہیت نکن احباب بہت جلد ہم سے بہریں لے چکرتے۔ طلب کر کے ان کا کامیاب مقابلہ کریں۔ ابھی یہ کتنا بنیزیر ہے کی تھا وہیں باقی ہیں۔ مگر بہت جلد ختم ہو جائے کا اندریشی ہے۔ اس لئے ہرگز توقف نہ کریں۔ اور جو اس کے سہراہ بخوبی محسوس ہو۔ اس کے لئے بھیجا ضروری ہے۔ اکیب بندل کا وزن ۸۰ تولہ ہے۔ اور اس میں جو ذیل کتابیں ہیں۔ تیرا، تزوید بیوت قادیانی صفحات ۲۳۳۔ رسی، الاستلال الصیح فی حیات المیح صفحات ۲۵۲۔ رسی، مباحثہ حقائقی فی الباطل رسالت قادیانی صفحات ۳۴۱۔ رسی، تزوید قبریح صفحات ۲۵۵ (۵) کرشنا دیانی صفحات ۲۳۲ (۶) تقریق دریان اولیاء امت و کاذب دعیان بیوت صفحات ۲۶۶ (۶) حافظ ایمان من فتنہ قادیانی بزرگی صفحات ۲۸۸ (۷) تزوید قادیانی بزرگ امیری صفحات ۱۵۱ (۷) حملہ خط بنام محمد علی ایم۔ بزرگ امیری صفحات ۲۷۷ (۸) مجدد وقت کوں ہو سکتا ہے۔ صفحات ۳۲۷ پ: تمام خط و تباہت بنام محمد اقبال سلیمان گاہندری ملکیجہ کارخانہ ذیلداران اچھرو۔ لاہور۔

هزاعلام احمد صاحب کی تباہی سیاست

(راز مولوی نبیر الحق صاحب میرٹھی)

اہل مخصوص شرع کرنے سے پہلے ضروری ہے۔ کہ میں ناظرین کرام کو اسلامی سیاست سے بقدر ضرورت واقعہ کرادول اور یہ دکھادول کہ اسلام میں ذمہ ب سیاست کا کیا تعلق ہے؟ تاکہ آپ جب اخلاق احمد صاحب کو سیاسی حیا پر رکھ کر دیکھ سکیں۔ اور بآسانی اندازہ لگا سکیں کہ آپ نے سیاسی زنگ میں مسلمانوں کی تباہی و بر بادی کا کیونکر سماں کیا؟

اسلام ایک سیاسی ذمہ ب ہے | دنیا چاہتی ہے۔ کہ اسلام پوپ پادریوں جو گیوں۔ مانیوں اور دنیا میں آیا ہے اس نئے ہے کہ بنی نوع انسان کو دین و دنیا کا صحیح مفہوم اور عقق ہے بلکہ گناہ ہے۔ وہ دنیا میں آیا ہے اس نئے ہے کہ بنی نوع انسان کو دین و دنیا کا صحیح مفہوم اور عقق ذہن نشین کر اکران پر دین و دنیا کی ترقیوں اور سعادتوں کے ابواب کھول دے۔ وہ اپنے متبیعین کو دین و دنیا دونوں کی دولتوں اور نعمتوں سے مالا مال کرتا ہے۔ اور دینی و دنیوی ترقی و کامیابی کی راہیں کھولتا ہے۔

غرض یہ ایک ناقابل الکار حقیقت ہے۔ کہ اسلام ایک سیاسی ذمہ ب ہے۔ اس کا سو فیصدی حصہ سیاسی ہے۔ انسانیت نو از سیاست۔ سرست افراد احصارت اور عالم اور مئندن صرف اسلام ہی سکھاتا ہے۔ وہ دنیا میں بنی نوع انسان کے امن و راحت کا محافظ و ذمہ دار بن کر آیا ہے۔ اسلام کیا ہے؟ امن و سلامتی کا راستہ۔ رحمت عامہ کا پیغام۔ اعتدال اور میانہ رونی کا مسلک۔ جوش حالی اور فارغ البالی کا ابر رحمت اور نوع انسان پر دین و دنیا کے ابواب کھولنے والا ذمہ ب شرطیہ اسلامی سیاست کا عملی ظہور ہو۔ اور انسان اپنے اعمال و افعال کی بنیاد اس کی تعلیمات پر رکھے۔ اسلام کی سیاست انسانوں کے دماغوں کی ایجاد نہیں۔ بلکہ ربت السوات والادمن کی مقرر کردہ سیاست ہے۔ چند ولائی ملاحظہ ہوں۔

۱۔ سیاست نام ہے جماعتی زندگی کا اور اس کی ضد ہے شخصی یا افرادی زندگی۔ یعنی بہانیت۔ اور بہانیت کا مطلب یہ ہے کہ افراد کو افراد یا جماعت سے کوئی تعلق اور قدر کا رہ نہیں ہونا چاہئے۔ بلکہ انسان کا صرف خدا سے تعلق ہو۔ یہ گوئی اور راہبوں کا ذمہ ب ہے۔ جو قانون قدرت کے ساتھ جنگ ہے۔ اس کے مقابلہ میں اسلام جماعتی زندگی بسر کرنا

سکھاتا ہے۔ اس نے جماعت کی شدود میں تلقین کی ہے۔ جماعت سے والبستہ ہئن پر حسد زیادہ زور دیا ہے۔ اور تائید کی ہے چنانچہ جماعتے والبستہ ہئنے یعنی اتحاد واتفاق کی تعلیمِ اسلام کے ہر کون سے عیاں ہے۔

۲۰، اسلام نے جائز دنیوی لذات۔ حلال اشیاء اور محمدہ پوشک سے کنارہ کش ہئے اور دنیوی علائی قطع کرنے کی تعلیم نہیں دی۔ اور دنیوی ترقیات سے نہیں روکا۔ کیونکہ یہ سب رہباشت کی شاخیں ہیں۔ جیسے سیاست مرجاتی ہے جماعت فنا ہو جاتی ہے۔ اور انسان کے دنیا میں آئیکا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ بلکہ تحقیق عالم سیکھا ثابت ہوتی ہے۔

۲۱، اسلامی تحریمات کی رو سے انسان پر دو قسم کے حق عاید ہوتے ہیں حقوق اللہ اور حقوقِ بیتیں بندے کے ذمہ پر کچھ اللہ کے حق ہیں۔ اور کچھ بندے کے۔ اگر اسلام میں صرف اللہ کے حق ہوتے اور ایک انسان رو سے انسان کا کچھ حق نہ ہوتا۔ تو وہ رہباشت کا نہیں ہوتا۔ اور اگر اس میں صرف سوائیں کے کچھ قواعد ہوتے۔ توہ مسلمان یورپ کا ملک ہوتا۔ مگر اسلام تو شریعت و سلطی کا نام ہے یعنی دونوں قسم کے حقوق کو اپنی اپنی حدود پر قائم رکھنا۔ وہ بنا ہنسا ہی اسلام کی تعلیم کا شفاذ ہے۔

۲۲، اسلام کی تاریخ کے مطابق کرنے والوں سے یقینیت مخفی نہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابائے کرام کی زندگی میں نہیں اور سیاسی دونوں رُنگ غالب اور بدرجہ اتمم موجود تھے۔ وہ فقیری میں بادشاہی سا چلن رکھتے تھے۔ جہاں وہ عابد شہب زندہ دارتے۔ وہاں فاتحے اور جنل بھی تھے۔ غرض اسلام میں نہیں و سیاست کی کوئی تفریق نہیں۔ وہ سراء سیاسی نہیں ہے۔ سیاست سے کنارہ کش رکھ کر ایک مسلمان حقیقی اور کامل مسلمان نہیں رکھتا۔ ایسا پر اس قدر کیلے زور دیا ہے؟ | بعیشت ایک کامل اور حقیقی مسلمان ہونے کے کبھی غلامی پر قناعت نہیں کر سکتا۔ اسلام اور غلامی دو متصاد چیزیں ہیں۔ پس مسلمان سوائے خدا کے کسی کا غلام نہیں ہو سکتا۔ اور اگر ہو تو سمجھو لو۔ کہ اس کے اسلام میں فقص و فتوز ہے۔ اسلام دنیا میں ایک مقصد اہم یہی ہے کہ وہ انسانوں کو انسانی بندگی اور غلامی سے بخات دلا کر خدا کی غلامی کے حلقو میں لے آئے۔ چنانچہ معاهدہ طور میں جس تعلیم کی نسبت حضو صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی گئی ہے۔ اس میں یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

وَيَضْرِبُ عَنْهُمْ أَصْرَفُهُمْ وَالْأَغْلَالُ حضور خلاف نظرت بوجھوں اور خلاف قانون
الّتی کانت علیہم۔ شقتوں کو غلاموں کے ستر سے آتا ہے۔
اس آیت مبارکہ میں حضور کی بعثت کا ایک مقصد یہ ہی تبلیایا گیا ہے کہ آپ نبی نوع انسان
کو غلامی سے بخات دلائیں گے۔ اس میں تحقیقت غلامی کو دو طرح پہنچانی کیا گیا ہے۔ اصل اور عمل اصل کے معنی
بوجھ کے ہیں اور عمل کے معنی طبق یعنی غلامی دو طرح کی ہوتی ہے مخصوصی نہیں پشواؤں کی غلامی دوسرے
متین حکمرانوں اور سرمایہ داروں کی غلامی۔ ان دونوں قسموں کی غلامی سے بخات دلانا اسلام کا مقصد اعظم ہے۔
تجویز کردہ اسلام دنیا میں حریت و آزادی کا دور دورہ کرنے کے لئے آیا ہے۔ اور دنیا کے امن کا حافظ ہے
سلسلے مسلمانوں کا غلام ہونا اس مقصد کو فوت کر دیتا ہے۔ یہ وجہ ہے کہ اسلام نے مسلمانوں کی آزادی پر حد
زیادہ زور دیا ہے۔ ان کا غلام ہونا حق و صداقت کا غلام ہونا ہے۔ نیز جو قوم اپنے پاس سیاسی قوت نہیں
رکھتی وہ بھی اپنی نہیں سنتی کو فائم و برقرار نہیں رکھ سکتی کسی قوم سے سیاسی قوت کا جاتے رہنا عذاب خداوندی
ہے جس میں یہود مبتلا ہیں جس کی وجہ سے وہ ذلت و سکنت کی زندگی بسکر رہے ہیں۔ سیاسی قوت اور مذکوری
کے نہ ہوئی وجہ سے ان کی قویت کا شیرازہ درہم ہو گیا۔ اور وہ غول بیانی جسی زندگی بسکر رہے ہیں ۰۔
پس اسلام ایک سیاسی نہیں ہے۔ اور بنی سیاسی تفوق و برتری کے اسلام اور مسلمان اپنی
ہستی قائم و برقرار نہیں رکھ سکتے۔ جبکہ منشاء خداوندی یہ ہے کہ اس دین حق کا ادیان عالم پر علیہ ہو۔ اور مسلمان
ہس قبیلیں "اعلوں" بن کر رہیں۔ اور ان کی دینی و دینی زندگی اقوام عالم کے لئے مشعل ہائیت کا کام ہے۔
جت کہ مسلمان آزاد نہ ہوں۔ دین حق کا ادیان عالم پر علیہ ہوئی نہیں سکتا۔

إِسْلَامٌ سِيَاسَةٌ وَنِيَّةٌ كَيْلَيْهُ أَبْرَحِمَتْ هـ | اسلام امن و سلامت کا راستہ اور رحمت عالمہ کا پیغام ہے
نیع انسان پر دین دنیا کے ابواب کھول دینا چاہتا ہے۔ اسلام کی سیاست سرمایہ داری کی سیاست نہیں۔ اور
نہ اس کی حکومت علام سازی کی حکومت ہے۔ اس میں کسی قسم کا خوف و خطر نہیں۔ اسلامی سیاست راغی و
رعایا کے تعلقات کو کشیدہ نہیں کرتی۔ بلکہ حکومت استوار کرتی ہے۔ اس میں فتنہ و فساد اور غدر و بخادت کا
ذریحی شائبہ نہیں۔ اسلامی سیاست سب کے لئے بیضر ہے۔ اس کا خلاصہ اس تھا ہے کہ مسلمان احکام و
فریاد کے اجل، ولغاذا کی قوت کے لائل ہوں۔ اپنے نہیں احکام بجا لانے میں کلمیتہ آڑا ہوں۔ سچائی پر قائم
رہیں۔ اور اپنے حقوق کے تحفظ اور سچائی کے اطمینان کیسی نیت و تفتاگ اور دنیا کی کسی طاقت کو نظر میں نہ لاں۔ اس
کے بعد چاہئے کوئی کی حکومت نہیں رہیں۔ وہ غلام نہیں اور ان کا فرشت ہے کہ اپنے کی طاعت و فرمانبرداری کی
اپنے کی حکومت نہیں رہیں۔

آج کل کی سیاست کا سفہ یہ ہے کہ دوسروں کو مار کر خود زندہ رہو۔ اپنی قوم کے فایڈے کے لئے دیگر اقوام کے حقوق غصب کر لینا کوئی ظلم اور انسانیتی سمجھا جاتا۔ بلکہ قوم پرستی ہے سہنابجاز باس جائی تھوڑی کی جاتی ہیں۔ دوسروں کی کمزوری سے فائدہ اٹھانا عقمندی ہے۔ آج کل کی سیاست کی تمام تربیتی نفس پرستی۔ سرمایہ داری۔ خود پرستی اور مکروہ فریب پر ہے۔ اور یہ سفری طریقہ سیاست ہے جس سے دنیا کی تمام ضعیف اور کمزور قویں نالاں اور زندہ درگور ہیں۔ یہ اسی سیاست کا نتیجہ ہے کہ آج کوئی قوم دوسرا قوم پر بھروسہ اور اعتماد نہیں رکھتی۔ دنیا میں ہر طرف بُرانی اور غدر و بغاوت کا دور دُور ہے۔ گویا دنیا ایک جنم کہ بُنی ہوئی ہے جس میں اسن و سکون عنقلہ ہے۔

اس طریقہ سیاست کا اصول یہ ہے کہ دوسروں کو کمزور یا فناہ کرنے کے زندہ رہو۔ اس طرح یہ سیاست کمزوروں اور بیکسوں کی تباہی و بر بادی کا پیش خیمہ ہے۔ اس کے مقابلہ میں صیحہ سیاست صرف اسلام نے بتلائی ہے۔ بھوق و انصاف، عدل و مسافت اور مسالت و رواداری پر بنیت ہے جس کا ذرین اصول یہ ہے کہ خود زندہ رہ۔ اور دوسروں کو زندہ نہیں دو۔ افادۂ ضرورت پڑے۔ تو دوسروں کے لئے اپنی جان سے دو۔ یہی سیاست ہے جو دنیا کو گھوارہ اسن و سکون بناسکتی ہے۔ اگر اسلامی سیاست کو عملی زنگ میں دیکھنا ہو۔ اور اس کی ابزاریوں اور فیض سائیوں کا مست بہ کرنا ہو۔ تو اسلام کی تاریخ کا مطالعہ کرو۔ یہی بے خطر اور پُرانی سیاست سے نہ اگریوں کو خالیہ ہونا چاہیئے نہ مددوں کو ہے۔

مرزا صاحب سیاہی کی کسوٹی پر | تم نے دیکھ لیا کہ اسلام سیاسی نہیں ہے۔ سیاسی ہے مسلمانوں کے لئے سیاسی قوت کا حصول لازمی ہے جس کے بغیر ان میں اسلام کا عمل اور پاکیزگی حیات کا نور نہیں آ سکتا۔ اور اسلام کی سیاست دنیا کے لئے ابر رحمت ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ مرزا صاحب خادیانی نے سیاسی زنگ میں اسلام اور مسلمانوں کو کیا فایدہ پہنچا یا جس میں کسی قسم کا خوف و خطر اور قید و بند کی سختیاں نہ تھیں۔ وہ تو جاہب نبی، محدث، مسیح موعود، کرشن اور خدا جانے کیا کیا بن کر آئے تھے۔ انہوں نے خروج نہ کیا۔ ایک دین اور صلحائے امت کی طرح تقدیم و بند اور فقر و فاقہ کی سختیاں برداشت کی ہو گئی۔ حضرت مججد سرہنہی بھی تو قید خانہ میں ہے تھے۔ مگر ناظرین یہ سُنکر حیران ہو گئے کہ اسلام کی خدمت میں مرزا صاحب کی انگلی بھی نہیں دکھی۔ اور شہزادہ زنگ اب کر کے اس دنیا سے چلتے ہے۔ اگر کیا

تو یہ کہ اپنا اور اپنے حواریوں کا سیاسی حیثیت سے بڑا غرق کر گئے۔

کئی اور مرزا صاحب کی غلامانہ ذہنیت، تشدیث نوازی کا بے پناہ جذبہ اور اسلامی شہنشاہی اور خارجہ کیجئے کہ ایک لاکھ چوبیس نہ رہی تو دنیا میں اس لئے آئے تھے کہ بنی نوع افغان کو غلامی سے بچات دلاتے رہیں۔ مگر یخانہ سازش نویلے بنی اوس لئے آئے کہ اسلام اور مسلمانوں کو علام بنجاویں۔ گویا آپ غلامی کا اوتار بن رہا تھے تھے ۵
”آسمان راحت بود گر خون بنا لد بر زین“

مرزا صاحب کی غلامانہ ذہنیت اور سیاسی خدماء صاحب اپنی کتاب نور الحق حصہ اول کے صفحہ ۴۰ میں اپنے خاندان کی روایتی نصاریٰ پرستی کا فخر آذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-
”سویں نے چاہا کہ اس حال کے ساتھ گورنمنٹ برطانیہ کی مدد کرو۔ اگرچہ میرے پاس دوپتی اور خپریں تو نہیں اور نہ میں مالدار ہوں۔ سویں اس کی مدد کے لئے اپنے قلم اور ہاتھ سے اٹھا اور خدامیہ مدد پر تھا اور میں نے اس رمانہ سے خدا تعالیٰ سے یہ عہد کیا کہ کوئی مہسوٹ کتاب بغیر اس کے تالیف نہ کروں گا۔ جو اس میں احسانات قیصہ منہ کا ذکر نہ ہو۔ ادنیز اس کے تمام احسانوں کا ذکر ہو۔ جن کا شکر مسلمانوں پر واجب ہے۔“

فاظرین حیران ہوئے کہ قرآن میں تو اللہ پاک کا وعدہ مومنوں سے یہ ہے کہ ان تَنْصُرَ اللَّهَ مِنْ صَدَقَةٍ اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ نہیں تاری مدد کرے گا۔ کیا اللہ پاک مشرکین کی مدد بھی کرتے ہیں؟ حیرانی کی کوئی وجہ نہیں۔ (نَعُوذُ بِاللَّهِ) خدا بھی انگریزوں کی قوت و شوکت دیکھ کر ملعوب ہو گیا تھا۔ آخر ایک بنی کو احسانات قیصہ منہ کا گن کرنے کے لئے بھی جن پڑی۔ چنانچہ اس کے فرائیض بھی یہ بات داخل کردی۔ کوہہ قادریانی نے میں اندھی نئے گاتا ہے۔ پھر جب لا اس خالص اللہ می خدمت میں اللہ میاں کیوں نہ مرزا صاحب کی مدد کر لے۔

گورنمنٹ کا شکر از رومے دین و دیانت کے مرزا یوں پر واجب ہے | صفحہ ۳۴ پر ہے۔

”پس کسی کو ان میں سے جائز نہیں جو باغیوں کی طرح اسپر جملہ اور ہو۔ جو اس پر خروج کرے۔ بلکہ ان پر گورنمنٹ کا شکر واجب ہے۔ اور اس کی اطاعت ضروری ہے پس نیکر ہم پر از رومے دین و دیانت کے واجب ہے۔“

کیا کہتے ہیں اس وقاری کے۔ بیچا یہ اطاعت آئی کے جذبہ نے یہ سنکر منہ چھپا لیا ہو گا۔ عبّتیت
آئی نے اپنا منہ نوچ لیا ہو گا۔ اور محبت آئی سینہ سے تسلی بھاگی ہو گی۔ کیوں نہ مرزا صاحب کے
سرخ تہذیب و تندن کے شفیق معلم۔ مہدردی و محبت کے دلنواز پیکر۔ فرشتہ امن داڑا دی
اور اولی الصرمنکہ جو ٹھیرے۔ چھپھبلا مرزا ایشون پر گورنمنٹ کاشکراز روئے دین دی
دیانت کے کیوں نہ واجب ہو۔ آگے چل کر فراہم ہیں:-

سوئں نے اس مضمون کی کتابوں کو شائع کیا ہے۔ تمام ملکوں اور تمام لوگوں میں شہرت دی ہے
اور ان کتابوں کوئی نہ دوڑ دو رکی والا نہیں میں بھیجا ہے جن میں سے عرب بھج اور دوسروں ملک
ہیں۔ تاکہ کچھ بیجتیں ان نصیحتوں سے راہ راست پر آ جائیں۔ تاکہ وہ طبیعتیں اس گورنمنٹ کا شکر
کرنے اور اس کی فرمان برداری کے لئے پیدا کریں۔

سبحان اللہ۔ کیا جوش تبلیغ رسالت تھا۔ اس سے زیادہ کیا تبلیغ اسلام اور تبلیغ بوت
ہوگی۔ اس سے زیادہ مرزا جی کی صداقت کا کیانش ان ہو گا۔ کہ تمام مالک میں نصاریٰ پرستی کی تبلیغ
کی۔ کیا اب بھی تم مرزا جی کی نصاریٰ پرستی میں شک اداوے گے؟ اگر اب بھی کسی کو مرزا صاحب کی بوت
میں شک ہو۔ تو وہ اپنا سر کھائے۔ فناہی حدیث بعدہ یؤمنون۔

مرزا صاحب کی تحریک کا عرب می اثر [۱] اس کتاب کے صفحہ ۲۳ میں لکھتے ہیں:-
پہنچتی رہیں یہاں تک کہ یہی نے ان میں تاثیر کے نشان پائے۔

مرزا صاحب کی تحریک کی تاثیر کے نشان یہی ہوتے تھے۔ کہ عرب مسلمانوں سے کٹ کر انگریزوں سے
لحاظیں بچانے پہی ہوئی۔ کہ عربوں نے عامہ بنیادوت کر کے خلافت عثمانیہ کو گڑھے گڑھے کر دیا۔ مرزا صاحب
س کاموا اپنی کتابوں کے ذریعے پہلے ہی عربوں کے دامن میں بھر گئے تھے۔ بلوں سو ڈینی کی جئے۔ مرزا میت
زندہ باد۔ اس کتاب میں مرزا صاحب اپنی وفا پرستی اور ارادہ کی یقین دلانے کے لئے اپنی کتابوں کا
والہ دیتے ہوئے اپنی خالص اسلامی خدیبات یوں گنوائے ہیں:-

اوہ جس کو شک ہو۔ وہ میری کتاب براہین احمدیہ کو دیکھے۔ اگر وہ اس کے شک دوڑ کرنے کو کافی نہ ہو
تو پھر میری کتاب تبلیغ کا مطالعہ کرے۔ اگر اس سے بھی مطمئن نہ ہو۔ تو پھر میری کتاب حماۃ البشرے کو
پڑھے۔ اگر پھر بھی کچھ شک رہ جائے تو پھر میری کتاب بہ شہادۃ القرآن میں غور کرے۔ تاکہ اس پر کھل جائے کہ
میں نے کیوں کر بلذہ آواز سے کہدا ہے کہ اس حکومت سے جہاد حرام ہے۔ اور جو لوگ ایسا خیال کرتے ہیں وہ خطا پڑیں

مرزا یوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ انگریزی حکومت پونکہ خدا کی بادشاہی ہے۔ اس لئے اس سے جہاد فراز قطعی طور پر سلام ہے مگر حکومت سے جہاد حرام ہونے کی بھی خصوصیت ہے۔ اور مالک اسلام میں کتابوں کے ذریعے بغاوت پھیلانا جہاد اکبر ہے۔

انگریزی حکومت سے جہاد کرنا کیوں حرام ہے؟ | اس بات کی شرح کرنا مرازی اعلیٰ عقایدِ مسلم
کنوار و نہیں۔ اسی طرح اس بارے میں بولنا بھی جائز نہیں۔ کیونکہ یہ مرزا یوں کے قرآن رہا ہیں احمد اور حملہ
البشریٰ دینیہ کے حدوف مقتضات دینیہ میں سے ہے۔ خدا ہی جانتا ہے کہ مذاہب اور المغذیہ دل
دریمان کیا رمز کی باتیں تھیں۔ مگر ان کچھ کچھ شرح آپ نے خود کر دی ہے۔

”اذ انتم آدم تقطیع خود کے حاشیہ صفحہ ۵ حصہ اول میں لکھتے ہیں : میں بچ پچ
کہتا ہوں کہ جو کچھ ہم پوری آزادی سے اس گورنمنٹ کے تحت میں اشاعت حق کر سکتے ہیں۔ یہ
خدمت ہم کے بخطیرہ یادینہ منورہ میں بھی پڑیج کر ہے گز جانا نہیں لاسکتے۔“

ہاں جناب اجمیع تو غلامی اور برطانیہ نوازی پر اس تدریزور اور اصرار ہے۔ کنصاریٰ پرستی کی اشت
میں کتابیں لکھ کر الماریاں بھر دیں۔ خدا نہ کرے کہیں شہروستان کو آزادی لے یا مسلمان کہیں بھی
سر بلند ہوں۔ اب بھی اپنے میرزا یوں کو اشاعت حق کا موقع نہ ملے۔ خدا معلوم ان کا نگریں والوں اور
جمعیۃ الحمالوں کو یہ کیا خط ہو گیا ہے۔ کہ آزادی آزادی کا عمل چاکر مرزا یوں کا عیش و آرام حرام
کے دریتے ہیں۔ اور ان کی اشاعت حق کا گلاؤ گھونٹنے کا سامان پیدا کر رہے ہیں۔

پُرمن فانوئی لڑائی لڑنے والو! اپنا ضریح حق مانگنے والو! آزادی آزادی پکارنے والو! اور
مرزا یت کامنہ چڑانے والو! سو شکی دوا کرو۔ تم جس آزادی کا خواب دیکھ رہے ہو۔ وہ تو کہ تنگیہ اور
دینیہ منورہ میں بھی حاصل نہیں۔ کیونکہ اول نو من دخلنہ کات اہمنا^۱ والا خداوندی وعدہ پنجابی نبی
نے نوش کر دیا ہے۔ دوسرے افلاط زمانہ کے اتوں مرزا یوں کا کہ دینیہ حجاز سے منتقل ہو کر قادریاں میں
آگیا ہے۔ پس کیوں نہیں سرچو جو سوچاتے۔

مرزا یت کے قیام کی اصلی غرض | اگر اس کے متعلق میں خود کچھ لکھوں۔ تو مرزا یوں کو صراحت
جماعت یت کے قیام کی اصلی غرض ہو گا۔ اور جیسی مرزا یوں کی بدعتاً سے ڈر جھی لگتا ہے۔
تم دیکھتے نہیں کہ بہادر والوں نے مذاہب کو جھپٹلا یا یستی کی بھتی ہی الٹ پٹھ ہو گئی۔ پس یہ بات بھی
خود مذاہب کی زبانی سئی لو۔ مذاہب اپنی اسی کتاب، ائمۃ ادماں کے صفحہ ۹ہ کے حاشیہ پر شرطی

بیت کے ضمن میں لکھتے ہیں :-

یہ پاک باطن جماعت کے وجود سے گورنمنٹ برلنیہ کے لئے انواع و اقسام کے فوایڈ لفڑی
ہوں گے جن سے اس گورنمنٹ کو خداوند عزوجل کا شکر لدار ہونا چاہیے۔ اذال جملہ ایک
یہ کہ یہ لوگ سچے جوش اور ولی خلوص سے اس گورنمنٹ کے خیرخواہ اور دعا گو ہوں گے۔

یہ سطور اپنی شرح خود کر رہا ہیں! وہیں یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ جماعت مزاٹیہ کا قیام کس غرض سے عمل میں آیا تھا۔

سلامینِ اسلام مرزا صاحب اک人性 و عناد اخلاق و ادب۔ امت مسلمہ کے ہر فرد کو یہ اختیار ہے۔ کروہ
سلامینِ اسلام کے اعمال و افعال کا بیبا کا نہ احتساب کرے۔ بشرطیکہ اس سے غرض اصلاح امت

ادام معرف و فتنہ عن المذکور ہو۔ لیکن اگر اپنیار کی خوشنودی اور چالپسی کیلئے شاہانِ اسلام پر یعنی ملامت
کے تیر بر سانا یقیناً تو می خداری اور اسلام دشمنی ہے۔ اب آئیے شاہانِ اسلام کے متعلق مرزا صاحب کا
روایت طاخطہ فرمائیے۔ آپ الحضیر کے صفحہ ۲۸ سے ۳۰ تک شاہانِ اسلام پر یعنی ملامت کے تیر بر سا کر لکھتے ہیں

اور خلغاۓ صنادقین کی سی قوت ان میں کہاں۔ آج خلافت کے تحنت ان صفات سے خالی

ہیں۔ اور ان چیزوں جو بھائے گئے ہیں۔ یہ کہہ دُردوں سے زیادہ روئی ہیں۔ اور ان

کا وجد اسلام کے حق میں صیحت ہے۔ اور دین کے لئے ان کے دن سخت ہی خوبیں ہیں۔ ان کا

دُردوں مسلمانوں پر خدا تعالیٰ کا بھاری غصب ہے۔ جونا پاک کیڑوں کی طرح زمین سے لگ گئے

ہیں۔ اس لئے انسان کی نصرت ان کا ساتھ نہیں دیتی۔ اور نہیں کافروں کی آنکھیں ان کا

خوف اور دُر ہیں۔ یہ کافروں سے یوں بھاگتے ہیں جیسے شیر سے گدھتے۔ اور لڑائی میں ان کے

دُنہر کے لئے دو کافر کافی ہیں۔

اللہ اللہ! کیسی حقیقت ہے اور حق نوازی ہے۔ کہ شاہانِ اسلام خدا کا غصب اور ناپاک کیڑے ہیں۔ اور
انسان کی نصرت ان کا ساتھ نہیں دیتی۔ مگر انگریزوں کی حکومت خدا کی رحمت ہے۔ انگریز پاکیزگی کا لوز
ہیں۔ اور انسان کی نصرت ان کے شامل حال ہے۔

کس قدر تم ملکی اور اسلام دشمن ہے کہ یہ عن اُن مجاهدین اسلام کو دیا جا رہا ہے۔ جن کی بے پناہ بجا
و بسالت سے آج اس نئی گذری حالت میں بھی دنیا کی طاقت و قویں لرزہ براندازم رہتی ہیں جنہوں نے قلب
یہیں میں بھیکر جھوپ سوال تک اسلام کی غلطت و اقتدار کا ڈنکہ بجا یا۔ اور تاجنگ علیم اسلام کو نہیں بخوبی
نہ ہوئے دیا۔ مخالفین میں حصہ اور بے سر و سامن ہوتے ہوئے جو لیں اور سوایہ دار قوتوں کے

چکھے چھڑا نہ۔ ان کی بیبیت و جہوت کے پرچے بھیرنا۔ ان کے ارادوں اور منصوبوں پر پانی پھیر دینا اور لوزان کافر نس میں اپنی طاقت کا لوہا مٹا لینا انہی کا کام تھا جن کی فیبت مرزا صاحب کا فتویٰ ہے کہ ان کے دہنرا کے نئے دو کافر کافی ہیں۔ شاید مرزا جی اپنے پر ان کو سی قیاس کرتے تھے۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ مرزا صاحب جیسے دہنرا انسانوں کے لئے دو کافر کیا ایک ہی کافر کافی ہے۔ گر خدا پنج آمشت یکساں نہ رہے اگر مرزا جی نمود اور فرعون کے زمان میں ہوتے تو ان کی طاقت و جہوت دیکھر یہ تو فود باللہ حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فیبت بھی یہی فتویٰ لگاتے۔

کہاں ہیں آفتاب پر خاک دلانے والے اور حق کو بالل سمجھنے والے وہ آئیں اور دیکھیں۔ کہ مرزا صاحب نے آفتاب پر خاک طال کر دین کو اس کی ضیاریزیوں سے محروم کر دیا۔ اور حق و نفع اور شجاعت ویسا لت کا غلامی و بطل پرستی کی تاریخی سے منہ کا لارڈیا۔ اے واه! سعیر دل بنی کیا کہے ہیں تیری طیت نوازی اور اسلام دوستی کے۔

مرزا جی کی اسلام شمنی بے نعاب انہیں ہو سکتا۔ اور نہیں ان کی کوئی تاویل چل سکتی ہے۔ اب وہ ہی صورتیں ہیں۔ یا تو مرزا صاحب نے اسلام کو سمجھا ہی نہیں تھا۔ اور وہ نسب و سیاست کی حقیقت سے واقف نہ تھے۔ اگر یہ صورت ہے تو بڑی سضخلہ انگریز حکومت ہے کہ ایسے شخص کو مرزا جی بنی بنا بیٹھیے یا مرزا صاحب نسب و سیاست کو جانتے تھے اور وہ جان پوچھ کر بیانات سے مجتنب ہری اور مرتبے دفتر کا غلامی کا درس دیتے ہے۔ اور وہ انگریزوں سے ایسے خالیق نہ تھے کہ انگریزوں کا نام سنکر ان کی روح پر لزہ طاری ہو جاتا تھا۔ اگر یہ صورت ہے تو مرزا صاحب بے انتہا بُرُول تھے۔

بات ہمیں یہ ہے۔ کہ وہ نہ تو اسلامی تعلیمات سے نادانف تھے۔ اور نہ اتنے بُرُول ہی تھے بلکہ نصاریٰ پرستی اور حکومت کے سایہ میں رکھ کر اپنے آپ کو حق پرستی کی زبردست پکڑ سے محفوظ کرنا چاہتے تھے۔ اگر مرزا صاحب اپنا نسب حکومت نوازی نہ بناتے۔ تو ان کی خود ساختہ بُرُوت ایک دن میں فناہ کے گھاٹ اُتر جاتی۔

مرزا صاحب کی ان تحریروں کا مطالعہ کرنے کے بعد کوئی اسلامی ہے۔ جسے اب بھی ان پر اول بیٹھ کرنے کی بجائیں ہو۔ کہ مرزا یوں کامشناں اس لئے قائم ہوا تھا۔ کہ اسلام کا بھیں بھر کر مسلمانوں کی دولت پر قبضہ کیا جائے۔ ایک ریاست قائم کر لی جائے۔ عالم اسلام میں تعریق و انتشار کی آگ لگادی جائے۔ ایسی کہاں پر بیٹھیے سے اور بھیا پاپ سے الگ ہو جائے۔ مسلمانوں کے جوش علی۔

سیاہی جنہ اور ولولہ بھاد کو ٹھنڈا کر کے ان کو اغیار کے حرص و آز کا تختہ مشق بنادیا جائے۔ غلامی بزرگی اور نصراحتی پرستی کے جاثم ان کے ہرگز وپے میں بھروسیے جائیں۔ تاکنامی و تکونی ان کے اخلاق۔ ان کی روحانیت سلب کر لے۔ ان کے تہذیب و تبلیغ کو تباہ کر دے۔ اور ان کو باللے دست پا بنائے۔ ان کی غیرت و حمیت سطح جائے۔ خدا کی راہ میں کٹ مرنے کا جدید فنا ہو جائے تختہ ناموسیم کا خیال داغنوں سے نکل جائے۔ وطن پرفا ہونے کا جوش ٹھنڈا پڑ جائے جہاد فی سبیل العلیٰ ان کے قدم نہ آٹھیں۔ اور ان پر فقر و فاقہ۔ خوشابر چاپوںی۔ ذلت بستت اور اہانت سلط ہو جائے۔ غرض مسلمان پر طرح کمزور ہو کر انکریزوں کے قدموں میں گر جائیں۔

هزاریوں اخدا رابتلاو۔ کیا مرزا صاحب ان تحریکیں کے ذریعہ یہ نہیں چاہتے تھے۔ کہ سیاستیت سے اسلام کی روایت کو کچل دیا جائے۔ حریت و مساوات کے جذبات پامال کر دیتے جائیں۔ مسلمان قیامت کی نیند سو جائیں۔ اسلامی ممالک ایک ایک کے مسلمانوں کے قبضہ سے نکل جائیں۔ اپنی قوم کی محبت عظت مسلمانوں کے دلوں سے جاتی ہے۔ تحریک اتحاد اسلام فنا ہے۔ اور مسلمانوں کا سیاسی مقصد خاک میں مل جائے۔

هزاریوں ایک ایک سے سوال نبوت کا ذہن کا دھول پیٹھے والو! بتلاو تمہارے فروعہ نہیں نے سیاسی آنکھوں میں لشکن کے چورا ہے کی خاک جھونکنے والو! بتلاو۔ تمہارے خانہ ساز بھرنے قوم پروری اور طیت نوازی کا کون سا ثبوٰت دیا؟ بھی ناکہ اپنی ریاست کے قیام کے لئے مسلمانوں کی کوئی غافل و شفاقت کی بھٹی میں جھوک دیا۔ اور مرزا صاحب کو مجدد ماننے والو! بتلاو تمہارے مجدد نے دین کی کوئی تجدید کی مسلمانوں کا سیاسی اقتدار بحال رانے کے لئے کوئی کوشش کی۔ اور ان کو غلامی کے عین غار سے نکلنے کی کوئی بیل نکالی؟ کیا یہ امر واقعہ نہیں کہ انہوں نے ساری ہماری سیاست سے کنارکہش رکھا اور اپنے اندھے مقلدوں کو ہمیشہ سیاست سے محبت رہنے کی تعیین کر کر اس بات کا عملی ثبوت نہیں پیش کر دیا۔ کہ درحقیقت انہوں نے اپنا خطرناک پولیسکل محکمہ خایم ہی اس لئے کیا تھا کہ مسلمان ہر طرح کمزور اور برباد ہو جائیں۔ اور ان کے آغاوں کے قدموں میں آرہیں جیس کا زندہ ثبوت مذکورہ بالا صاف و صریح تحریر ہیں۔ اگر آپ تو گوں کو مرزا صاحب کی سیاسی خدمات بتلاتے ہوئے شرم حکوم ہوتی ہیں

تو لوہم سے سنو۔ ہم ان کی سیاسی خدمات گنائے دیتے ہیں۔

مرزا صاحب کی سیاسی خدمات | (۱) اسلام حریت و آزادی کی تعلیم تلقین کر کے اسلام اور مسلمانوں کو سر بلند رکھنا چاہتا ہے۔ اور ان پر دنیوی ترقیوں کے بھی ابواب کھو لانا چاہتا ہے۔ مگر مرزا صاحب غلامی کی تعلیم دے کر اپنے شعبین کو سر زگوں پر ذمیل کر سکے۔

(۲) قوانین کریم نے دین و دنیا کی عزت و کامرانی یہ کہ کر و لله العَزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِإِيمَانِ مسلمانوں کو دی ہے۔ مگر وہ ان کو دین کی نظروں میں ذمیل و رسوا کر سکے۔

(۳) الشیاک مسلمانوں کو تحفہ رفتہ پڑھانا چاہتے ہیں۔ مگر مرزا صاحب چاہتے تھے۔ کہ وہ ان کی طاہری گھبیٹ کر خاکِ مذلت پر گرا جائیں۔

(۴) خدا نے تدوں خلافت ارضی کی کنجیاں مسلمانوں کے سپرد کرنا چاہتے ہیں۔ مگر وہ ان سے کنجیاں چھین کر دشمنان اسلام کے حوالے کر سکے۔ اور شاہان اسلام کو گدھتے بنے گئے۔

(۵) حضرت رب البرزت اپنے کلام مبارک میں اسلام اور مسلمانوں کو دنیا کے لئے باعثِ امن قرار دیتے ہیں۔ مگر وہ یہ کہ مسلمان خونی ہبھدی کے منتظر ہیں۔ ان کو مفرغ خدار اور حکومت کے دشمن ثابت کر سکے۔

مرزا صاحب نے ان مسلمانوں کو جنہوں نے عذر و بخاوت سے ہمیتی اجتناب کیا جنہوں نے جگہ غلطیمیں اپنے بادشاہ کی دل و جان سے خدمت کرتے ہوئے اپنے نہب کی بھی بروادہ نہیں کی اور آج بھی حکومت کی جائیز و فاداری میں سہدوستان کی تمام قوموں میں ممتاز ہیں۔ ان اسن پسندوں کو حکومت کی نظروں میں سحوب اور گرون زونی بھیڑ لیا اور حکومت کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا۔ اگر ان کا بیک پلٹتا تو اپنے نانے والے تمام مسلمانوں کو سولی کے تختوں پڑھ کوایتے۔ پہردا قصر ہے کہ اگر سر سید کی کوششیں اور قومی خدمات بر روئے کار نہ آتیں تو نہ سعدوم مسلمانوں کا کجا حاشہ رہو گا۔ عذر کی تمام ذمہ داری ناکردار گناہ مسلمانوں پر رہتی۔ اور وہ استبداد کی چکی میں پس جاتے۔

یہ ہیں مرزا صاحب کی سیاسی خدمات۔ مختصر کیا جاتا ہے۔ کہ مرزا صاحب سیاست سے کنارہ شر رہ کر اور غلامی کا درس نے کر اسلام کا نوٹے فیصلی حصہ ڈھانے گئے۔ مرزا صاحب کی زندگی کا یہ ایک ایسا تاریک پہلو ہے جس کے خیال سے ہی اسلامی حریت و آزادی کا منہ کالا ہو جاتا تھا۔ پس مسلمانوں کو تہیشہ یاد رکھنا چاہئے۔ کہ مرزا صاحب کی تعلیم کی رو سے مرزا یوں کو کبھی بھی ملانا۔

سے مہدروی نہیں ہو سکتی میرزا یوں کے دماغوں میں بخض و عناد کا جتنا جذبہ مسلمانوں کے خلاف ہونا چاہیے تھا اتنا کسی اور قوم کا نہیں۔ کیا تمہیں مسلم نہیں۔ کہ خلافت اسلامیہ کی تباہی و پرباہثا پر تام دنیا کے مسلمان تھوں کے آنورو ہے تھے۔ اور قادریان دار الامان میں گھنی کے چڑاغ جل ہے تھے۔ دنیا کے جس حصہ میں بھی مسلمانوں پر کوئی تباہی و بر بادی آتی ہے۔ تو جبکہ اس کے کہ مسلمانوں کے مصائب سے مرا یوں کا دل پیچے۔ الہا مرا مرا یوں کی صفات نکلی ہو کر ناچھے لگتی ہے۔ اور مرا یت قیمی ہے لکھتی ہے۔ بہاؤ کو یہ کے قیامت خیز زلزلہ نے تمام سندھ و سستانوں کی امداد و توجہ اور ہمدردی کو بلا حداڑ ذہب و طلت کے بہار کے باشندوں کو وقف کر دیا۔ مگر مرا یت بغلیں بجا تے ہے۔ ان روشن حقائق کی موجودگی میں مرا یت بھی بھی مسلمانوں کے ہڈد نہیں ہو سکتے۔ مجھے ان سارہ لمح مسلمانوں پر منسی بھی آتی ہے۔ اور ونا بھی آتا ہے جو ان کو سیکھی مجلسوں کا صدر بناتے ہیں۔ اور ان سے بھالی کی امید رکھتے ہیں۔ اللہ پاک مسلمانوں کو ان حظرناک پولیکل محکمہ کے ضرر سے محفوظ رکھیں۔ آمین۔

ٹھکر و امتحان

خاکسار مدیر عرصہ پا اسال سے عکلاً حزب الانصار کے تمام اداروں سے بے تعلق رہا ہے۔ گذشتہ سال طویل عالمت کے سلسلہ میں مرکز سے غیر حاضر ہے پا۔ اسال جماز مقدس کے سفر کی وجہ سے حزب الانصار کی طرف کامل توجہ نہ ہو سکی۔ اس عرصہ میں کار ساز تحقیقی اور سبب الانباب نے ہایاں دین متنیں کی ایک ایسی جماعت پیدا کر دی جنہوں نے خوب الانصار کو فنا ہونے سے بچا لیا۔ دین کے انصار و اعوان ہے دلوں میں حزب کی امانت کا ولوحہ پیدا ہوا۔ تقطیب القلوب نے عامۃ المسلمين کے قلوب میں حزب لانہ ما اور اس کے مشتعلہ اداروں کے قیام و بقا کے لئے تربیت پیدا کر دی۔ خائن کائنات کی ذرہ نواز ایم شان کریمی نے حزب الانصار کے تن مردوں میں روح پھونک دی۔ فالحمد للہ علی ذالک یہم جمیع معاوین کی دینی و دینی وی مقاصد میں کامیابی کے لئے بذرگوار بغرت دست بُدعا ہیں۔

حضریہ شمس الاسلام کی توبیع اشاعت میں حصہ لیں کر حسب ذیل حضرت نے ممنون فرمایا۔
جزا احمد اللہ خیر الحذا

حافظ محمد سعید صاحب گلیاوی از برما۔ ۱۸ خریمار۔ حاجی محمد صدیق صاحب اخیر مولوی

محمد زاد اکر صاحب محمدی۔ ۱۔ خریدار۔ شیخ حاجی علام سین صاحب نگاہ اخیریار۔ مولوی نذری الحنفی صاحب
۲۔ خریدار۔ ماسٹر محمد تقبیل صاحب نتشی فاضل بھاگنا نوالہ۔ ۳۔ خریدار۔ قاضی سلطان محمود صاحب۔ ۴۔ خریدار
قاضی عبدالرب صاحب بسکوار انگل۔ ۵۔ مولوی فضل حمید صاحب۔ ۶۔ خریدار۔ خانزادہ جبیت اللہ خان
صاحب سنگو۔ ۷۔ خریدار۔ قاضی محمد صدیق صاحب پنڈ دوختان۔ ۸۔ حکیم مولوی محمد صالح صاحب میرلوہ
۹۔ خریدار۔ میراحمد صاحب سیمیں کلکتہ یہ جریدار۔ پنڈ عطا محمد صاحب سلازاںی اخیریار۔

نَقْد وَنَصْرٌ

أوْضَحُ الْكَلَام [عاليٰ جناب ابو عبدہ ماسٹر نظام الدین صاحب بنی۔ لے۔ کوہاٹی نعمز ایشت
لے۔ میں کافی مہارت رکھتے ہیں۔ آپ نے اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے قابل قدر خدا
انجام دی ہیں۔ عوام انس کو مخالفت نہیں کے لئے میرزا یوں نے حضرت یحییٰ اسلام کی حیات ہمات
کا مسئلہ ایک آڑ بنا رکھا ہے۔ ان علیٰ مسلک کو جہاں کے ساتھ پیش کر کے سادہ لوح اشخاص کو لئے دام
تزویر میں پھنسایتے ہیں۔ علمائے اسلام نے اس مسئلہ پر ضخیم تباہیں تالیف کر دیں۔ مگر ایک ایسی کتاب
کی ضرورت تھی جو عامۃ المسلمين کے لئے چراغ ہمائیت ثابت ہو۔ الحمد للہ کہ مولانا ابو عبدہ نے اس
مسئلہ پر توضیح اکلام لکھ کر ایک اہم ضرورت پوری کر دی۔ آپ کا طریقہ استلال بے نظر ہے۔ آپ نے
مزراویں کے ہر اعتراض کا دندان لیکن ازاںی جواب دیا ہے۔ میرزا یوں کی مددات سے ان کے دلائل کا نہ
وپر پھیلو گیا ہے۔ میرزا یوں کا ناطقہ بند کرنے کے لئے یہ کتاب یہ تاثیر ثابت ہوگی قیمت عالم

صلنے کا بر ابو عبدہ ماسٹر نظام الدین حب بنی۔ ا۔ سیاں ماسٹر ایڈیشن سکول کوہاٹ

ہمَاكَارِی [عہد حاضروں کے مرتد و مخدود اعظم یعنی عنایت اللہ مشرقی کے کفر یقیانیہ
لے۔ اسی کی تحریریں سے نقل کر کے ان کی کمی تزویر میں سالہ میں موجود
ہے۔ پیغمبر امدادہ محمد بہاء الحق صاحب قاسمی امرتسری نے اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے جس مستعدی و قابلیت
کا اظہار فرمایا ہے۔ اس کے لئے ہر سچے سلم کو ان کا منون ہونا چاہئے۔ رسالہ نہ کہانیں ایڈیشن کی ہضم
کے اضافہ کے ساتھ حال ہی میں شائع ہوا ہے۔ ججم ۰۔۶ صفحہ۔ ثابت و طباعت عدہ قیمت ۲۔ خرچ ۱۰ روپی
ڈاک ایک آنہ قیمت فی سینکڑو ڈالیں روپیے میں علاوہ مخصوص ڈاک۔ یہ ملنے کا پتہ۔

سید عبد الجیب دشاہ صاحب بخاری گلوکاری دروازہ افسوس

هرزا اور محمدی سیکم

(راز مولانا ابوالعباس محمد صادق صاحب بہاول پوری)

نوٹ: - کمل رسالتہ تہذیت ایک لئے حضرت صحف سے موری دروازہ بہاول پور کے پتہ پر طلب کی جاسکتا ہے ہے۔

سماںیل: - مزا جی! آپ کا نام اور ولادت اور قومیت کیا ہے؟

مرزا: - میرا نام غلام احمد۔ میرے والد کا نام غلام تضی۔ بھاری قوم سنگ براں ہے (کتاب البریہ ص ۱۳۷)

سماںیل: - آپ کا ولمن کیا ہے؟

مرزا: - اسلام پور ہے۔ جواب قادیان کے نام سے مشہور ہے۔ حاشیہ الراءۃ او رام ص ۱۶۰

سماںیل: - قدمیان بہت متبرک مقام ہو گا جن کو آپ کے جنم بھوم سونے کا شرف حاصل ہوئا۔

مرزا: - قادیان کے متعلق مجھے یہ بھی الہام ہوا۔ احیج منہ الیزید لیون سینیس

میں نبیدی لوگ پیدا کئے ہیں۔ ازالہ ص ۱۲۱ ج ۱۔

سماںیل: - آپ کی منکوحہ آسمانی کا نام کیا ہے؟ **مرزا:** - محمدی (الحکم ۳۷ جون ۱۹۰۵ء)

سماںیل: - کیا یہ صحیح ہے کہ محمدی کا نکاح آپ سے آسمان پر ہوا ہے؟

مرزا: - ہاں۔ اور یہ امرکہ الہام میں یہ بھی لکھا۔ کہ اس عورت کا نکاح آسمان پر میرے ساتھ

پڑھا گیا ہے۔ یہ درست ہے۔ (تہذیۃ حقیقتۃ اللوحی ص ۱۳۲)

سماںیل: - محمدی جناب کی رشتہ دار بھی تھی یا نہ؟

مرزا: - محمدی اقارب میں یلکہ قریب خاندان میں سے تھی لیکن میرے چاڑا مہشیر کی راہی تھی اور دوسروی طرف قریب رشتہ میں ماموں زاد بھائی کی لڑکی تھی۔ لیکن احمد بیگ گی۔ (الحکم

۳۷ جون ۱۹۰۵ء) کالم ۲ منقول از الہمات مرزا ص ۱۲۱

سماںیل: - محمدی آپ کی گویا غیرحقیقی بھائی اور بھتیجی ہوئی۔ پھر ان کو رشتہ سے کیوں نکار تھا؟

مرزا: - ان کا اس رشتہ سے بثت انکار بھی درحقیقت اسی اپنی رسم پتی کی وجہ سے ہے کہ

وہ اپنی کسی لڑکی کا اس کے غیرحقیقی باموں سے نکاح کرنے اعام قطعی سمجھتے ہیں۔ (حاشیہ

تبیین رسالتہ ج ۱ ص ۱۱۹)

سماںیل: - کیا آپ نے محمدی کو دیکھا بھی تھا۔ باہمیں؟

مرزا: - رائی تھا میں نے اس کو دیکھا تھا۔ (دامنہ کمالات ص ۱۰۵)

سماں: جب آپ نے محمدی کو دیکھا۔ اس وقت اس کی عمر کیا تھی؟
هرزا: جا ریت حدیث السن عذراء (نوسن کنواری لڑکی کی آئینہ کمالات ص ۲۰۵)

سماں: اس وقت آپ کا سن شرف کیا تھا؟
هرزا: کنت ہنیڈی جاودت المحسین میں اس وقت پچاس سو برس سے بھی گزار ہوا

تھا۔ رائینہ کمالات ص ۲۷۵

سماں: اس ضعیف اندر میں ایک نو سن کنواری لڑکی کو جانہ عقدين لانا یونک مناسب ہو سکتا ہے؟
هرزا: رجھا پا کیا ہے خدا تعالیٰ کا الہام سنو) نزلت الرحمۃ علی ثلث علی العین و علی الآخرین

تودالیک الوار الشباب تری نسلًا بعید ا (میری رحمت تیری تین عضو پناہ
 ہے۔ ایک ہم بھیں اور دو اور عضو یعنی میں ان کو سلامت رکھوں گا اور جوانی کے نور تیری ارف
 عود کریں گے۔ اور تو اپنی ایک دُور کی نسل دیکھیں گا۔ حقیقتہ الی ۹۵

سماں: نزول رحمت والوار الشباب کا الہام لہر جو شمگر اپ تریق القلوب ص ۳۷ پر افسار
 کرچکے ہیں کہ میری حالت مردی کا عدم تھی؟

هرزا: متریاق القلوب ص ۳۷، بھی پڑھو) میں نے تشفی طور پر دیکھا۔ کہ ایک فرشتہ وہ دو ہیں ممنہ میں ڈال ہا
 پھر اپنے تین خدا داد طاقت میں پچاس مرد کی قائم مقام دیکھا۔

سماں: اس عمر میں نکاح کی کیا صورت تھی؟ کیا اولاد نہ تھی؟

هرزا: ہبہ میں اس رشتہ کی درخواست کی کچھ صورت نہیں تھی۔ سب صرورتوں کو خدا تعالیٰ نے پورا
 کر دیا تھا۔ اولاد بھی تھی۔

سماں: کیا محمدی کا خاندان بہت بڑا دیندار خاندان تھا کہ جناب کو اس پریانہ سالی میں باوجواہ
 ہونے کے ان کے گھر میں نکاح کرنے کا شوق ہوا۔

هرزا: کافوا شد کفار بالله و رسولہ و امراض کریں لقضاء اللہ و قدس ہو من المفتر
 (وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ السلام) کے اشد تین کافر تھے۔ اور خدا تعالیٰ کی قضاو
 قدر کے منکر تھے۔ اور دہر گروہ سے تھے۔ آئینہ کمالات ص ۲۶۵

سماں: آپ نے ان رشتہ داروں کی ارزش دوہم بیٹت کے لئے کوئی سمعی فراہمی ؟

هرزا: رہا، وقلت یا رب انص عبدالغ واحد اعلیٰ اعد امیک استحبیتی یا رب استحبیتی
 اکام یا ساختن عربک و برسولک و خدام یکذون کتابک و یسیون بنیک برحمتک

استحقت یا حی یا قوم یا معین (ائینہ کمالات ص ۲۹) اور میں نے کہا کہ اسے میرے رب تو اپنے بندہ کی مدکار اور اپنے دشمنوں کو توار کر لے رب میری دعا و قبول کر کب تک تیرے اور تیرے رسول کے سامنے اتحدا اور کی جائیگی۔ اور کہاں تک تیری کتاب کی تکمیل کرتے رہیں گے۔ اور تیرے بنی کو گھالی دیتے رہیں گے زیری رحمت سے استغاثۃ کرنا ہوں اے حی اے قیوم اے مدکر نے والے۔

سائل : آپ کی اس تباہ گئی دعا کا جواب کیا ہے؟

هر زادہ فرحمرس بی علی تضییعاتی و فرفاٹی و عبراٹی و فقادانی و قال انی رایت عصیانی تقدیر طعنانہ
فسوف اخبرهم باز اعماق اکامات ابید هم من تحت السموات و ستنظر ما
افعل بهم و لکاعلیٰ کل شیٰ قادرین انی اجعل نساء هم رہا مل و اینا هم
یتامی و بیوتهم خربتہ لیز و قاطعه ما قالوا و ما کسروا ولكن لا اهلکهم
رفعة واحدۃ بل قلیلاً قلیلاً نکلم یوجعون و یکیون من العذاب ان لعنتی
نازلتہ علیہم و علی جد ران بیوتھم و علی صغیرھم و بکیوھم و نساء هم
در جا الهم و نذیلهم الذی دخل ابوابھم و کلھم کانو ملعونین لا الذین
آمنوا و عملوا الصلت و قطعوا اتعلقھم منھم و بعد ما هن مجالسیھم
فاولئک من المحویین (ائینہ کمالات ص ۵) میرے رب نے میری عاذبیوں اور
بہتے ہوئے انسوؤں پر حرم کیا۔ اور مجھے لپکارا اور فرمایا کہ میں نے ان کی مگرایی اور نافرمانی کو دیکھیا۔ تو نزقیرب
میں ان کو طبع کی آفون سے مار دیا۔ اور آسمانوں کے نیچے میں ببابکروزگا۔ تو نزقیرب دیکھ لیجایا۔ کہ میں
ان سے کیا کچھ کرنا ہوں۔ اور ہم ہر ایک چیز پر قادر ہیں میں ان کی عورتوں کو بیویوں کے بھجوں کو نیم اور ان کے
گھروں کو بیران بنا دیں گا۔ تاکہ وہ اپنے کہے اور کئے کافر چکھیں۔ لیکن میں ان کو بکباری ہلکا نہیں
کروں گا۔ بلکہ تھوڑا تھوڑا کر کے تاکہ رجوع کریں۔ اور توبہ کرنے والوں سے ہو جائیں۔ میری لمحت۔ ان پر اور
ان کے گھروں کی دیواروں پر اور ان کے چھوٹوں اور بڑوں پر اور مردوں مورتوں پر اور ان کے ایسے ہمہن پر
جو ان کے گھروں میں داخل ہو گا۔ یہ سب لعنتی ہیں۔ بگروہ جو ایمان لائے۔ اور نیک کام کئے۔ اور اپنا تحقیق ان سے
قطع کر لیا۔ اور ان کے محلوں سے دُور ہو گئے۔ بھی لوگ ان میں سے ہیں جن پر حرم کیا گیا ہے۔

سائل : کیا آپ کے اس والہام کے اور لوگ تائب ہو کر خدار سیدہ موسیٰ گئے؟

هر زادہ فحشا خافوا و ما صدق فوابی ذرا و اطعیانا و کفن۔ ائینہ کمالات ص ۵ (سووہ نہ
ڈالسے اور نہ تصدیق کی جگہ مگرایی اور نافرمانی میں بڑھ گئے)

سالیل : جبکہ آپ وحی میں پاکت سے نجات صرف ان لوگوں کیئے تھی۔ جو ان سے قطع تعلق کریں۔ تو آپ نے یاد جو کس وحی الہی کی ایسے محدثین اور مرتضیٰ میں رشتہ کی نواہش کیوں کی؟
مرزا : قادری اللہ الی ان اخطب صبیتہ الکبیرۃ لنفسک وقل لہ یاصاہلہ کی
اوکا شد لیفتبس من قبیلک بپس خدا تعالیٰ نے میری طرف وحی کی کہ احمد بیگ کی
بڑی راطکی (محمدی سیکم) کو اپنے لئے خبطہ کر اور اس سے کہہ کے پہنچو کو داما دبنائے۔ تو پھر تیرے
نور سے فائدہ اٹھائے۔ آئینہ کمالات ص ۲۱۵

سالیل : آپ کو وحی الہی تو ہوئی۔ کارہ بیگ یہی آپ کو داما دبنائے۔ پھر اقتباس انوار کے لیے ہم
 وعدے پڑوہ کیے دل نہاد ہو سکتا تھا۔ اگر وحی الہی میں کچھ اقتباس انوار کی تشریع آجائی تو
شاید وہ مان جی جانا۔

مرزا : (سنون) وقل انی امروت لاہبک ما طلبت من کلام ض دارضاً اخزی معما
واحسن الیک با حسان اخزی۔ ترجمہ۔ تو اے مرزا کہہ کے کہ مجھے خدا تعالیٰ
سے حکم ہٹھا ہے۔ کہ میں تھکنو زمین مطلوبہ اور اس کے علاوہ اور زمین بھی دوں۔ اور مجھ سے اور
بہت کچھ احسان کروں۔ آئینہ ص ۲۶۵

سالیل : کیا آپ نے یہ درخواست کسی مناسب موقع پر کی؟
مرزا : یہ لوگ جو مسجد کو میرے دعویٰ المعام میں مکار اور دروغ گو خیال کرتے تھے۔ اور اسلام اور
قرآن شریف پڑھ طرح کے اعتراض کرتے تھے۔ اور مجھ سے نشان آسمانی بلائے تھے۔ تو اس حصہ
کئی دفعہ ان کے لئے دعا ہی کی گئی تھی۔ سو وہ دعا تبول ہو کر خدا تعالیٰ نے یہ تقویٰ فائم کی کہ
والد اس دختر کا ایک لپٹے فڑوی کام کے لئے ہماری طرف لٹھی ہوا۔ تفصیل اس کی یہ ہے۔ کہ نامبرہ
کی ایک سہیرو سہا سے ایک حیازاد بھائی غلام حسین کو سیاہی گئی تھی۔ غلام حسین عمر میچ پیس سال تر
کہیں چلا گیا اور فقود الحیر ہے۔ اس کی زمین کیتی جس کا حق ہمیں پنچاہے ہے نامبرہ کی سہیرو کے نام
کاغذات مسکاری میں درج کر دی گئی تھی۔ اب حال کے بندوبست ہیں جو صلح گورنر ہاؤس میں جاری ہے
نامبرہ لجنی ہماسے خط کے ملتوی ایسے اپنی سہیرو کی اجازت سے یہ چاہا کہ وہ زمین جو چار نہار یا
پانچ ہزار روپیہ کی قیمت کی ہے اپنے بیٹے محمد بیگ کے نام بطور سہیرو نشیق کر دیں۔ جنما نہیں ان کی سہیرو کی
طرف سے یہ ہبہ نامہ لکھا گیا۔ ہبہ نامہ سہیرو کے نامہ بھر جس نامہ رضا مندری کے بیٹا رکھتا۔ ان لئے ملتوی ایسے
نہ تمام تر عجیز و مصارف سے ہماری طرف رجوع کیا گئا۔ ہبہ نامہ پر راضی ہو کر اس ہبہ نامہ پر مستخط

کو دین۔ اور قریب تھا۔ کہ سخن حکم نہیں تھے لیکن یہ خیال آیا کہ جیسا کہ ایک مدت سے بڑے یہ تھے کاموں میں یہاںی عادت ہے جناب آئی میں استخارہ کر لینا چاہیئے یہ سویں جواب مکتب الیہ کے متواتر اصرار سے استخارہ کیا گیا۔ سخن حکم نہیں تھا۔ گویا آسمانی نشان کی درخواست کا وقت آپنے اتفاقاً جس کو خدا تعالیٰ نے اس پر ایہیں ظاہر کر دیا۔ اس خدائی قاد جو کیم مطاعنے مجھے فرمایا۔ کہ اس شخص کی دختر کلان کے نکاح کیلئے سلسلہ خبائی کرو ران کو کہدے کہ تمام سلوک اور مروت تم سے اسی نظر سے کیا جائیگا۔ اور یہ نکاح یہاں لئے موجب برکت اور حمت کا نشان ہو گا۔ اور ان تمام برکتوں اور حسنوتوں سے حصہ پاؤ گے جو اشتہار ۴۰ فروردی ۱۸۸۶ء میں درج ہیں لیکن اگر نکاح سے اختلاف کیا تو اس طریقی کا انجام نہیں ہیت بلکہ ۱۸۸۷ء میں اوجیس دوسرے شخص سے بیایی جائیگی۔ وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہو جائیگا۔ اور ان کے گھر پر تفرقة اور نیکی اوصیبیت ٹریگی۔ اور یہاں زمانہ میں بھی ہاس دختر کے لئے یعنی کہا ہے اور علم کے امر پیش نہیں گئے۔ اشتہار۔ ارجوعلائی ۱۸۸۸ء سالیں۔ اشتہار ۲۰ فروردی ۱۸۸۸ء کو میں نے پڑھا ہے اس میں محمدی ہیم اور احمد بیگ اور ان کے دادا والد موت اور ایک کو صیبوں اور نسوں کے میش آنا ذکر تک نہیں۔ ہم اسیں ایک عجبہ تو پے۔ اور ایک جگہ اسکا تجھے گے کہ کیا گیا۔ میرزا۔ (نیچے کا یہ نوٹ پڑھو) یہ ایک پیشگوئی کی طرف اشارہ ہے جو دہم جولائی ۱۸۸۸ء کے اشتہار میں شایع ہو چکی۔ جس کا حاصل ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس عاجز کے مخالف اور سکریت داروں کے حق میں نشان کے طور پر پیشگوئی ظاہر کی ہے کہ ان میں سے جو ایک شخص احمد بیگ نام ہے لگروہ اپنی طریقی طریقی کا عاجز کرنیں دیگا۔ توینیں بس کے عرصہ تک بلکہ اس سے قریب فوت ہو جائیگا۔ اور وہ جو نکاح کرے گیا۔ وہ روز نکاح سے اڑھائی برس کے بعد میں فوت ہو جائیگا۔ اور آخر وہ عورت اس عاجز کو بیویوں میں خالی ہو گی۔ سو اس اجڑے ہے گھر سے وہ اجڑا چھر مرا دیے۔ (تبلیغ رسالت چ امنلاوا ۲۰ فروردی ۱۸۸۷ء) ربانی آئیں

آفتابِ لام کی ضیا یاریاں

عبدربغا میں میرزا یوسُو کے ساتھ حضرت مولانا طہور احمد صبا بجوی کا جو مرکۃ الارامنا طره شواختا اس مناظر کے ہانی ڈاکٹر غلام قادر صاحب میرزا چنعتی صحابی عنایت اندش اسی وقت سے حق کو قبول کرنے کی فکر میں تھا۔ الحمد للہ موجودہ ۱۸۸۷ء برمیں برخی صاحب ملکوٹ نے بیڑائے قادیانی کی علامی کا حلقة اُندر کو چینیدا ۔ اور اسلام قبول کر دیا۔ مورخہ ۲۶ جون ۱۸۸۷ء کو بمقام جامع مسجد ایک مہد و مسی چونچی علی سکن بچلوں ضلع شاہ پور نے برصاد رشتہ خود حضرت مولانا طہور احمد صاحب بجوی کے ہاتھ پر کلام قبول کیا۔

تبلیغی کتب میں

تحقیقت شیعہ : مؤلف قطبی شاہ صاحب نویسنده
کے برہت راڑوں کا انکشافت فی سینکڑہ پاچھی پی
فی فسخہ ... ایک آنے -
رکھات تراویح بیس کوت تراویح کا
ثبوت قرآن - حدیث - آثار جماعت امت سے
فی سینکڑہ ایک روپیہ ... دعہ،
بہایت القرآن : میسا یوں کے مشہور
حقائق قرآن کا بلیغ رتو۔ اس سال کے ذریحہ میرزاں
کے مخالفتی بھی درج ہے تب میں بیانی لائیں کی تعداد
حقائق قرآن کو سہال مفت لقیم کرتے ہیں - لہذا یہ ایات
القرآن کی وسیع انشاعت ہٹائیت فروزی ہے۔ قیمت
فی سینکڑہ سات روپے - فی نسخہ تین آنے
سو دفعے میرزا مولف حاجی حکیم داکٹر
محمد علی صاحب - اس سال میں طبع دلائیں اور
مرزا صاحب کی تحریرات سے ثابت کیا
گیا ہے کہ میرزا غلام احمد قادری فی زندگی تھے نہ
یعنی نہ مجدد تھے نہ ولی - بلکہ مرض مالیخولیا کے
مرتضی تھے - ان کے کل المہات اور دعاوی
محسن مرض مالیخولیا کے باعث تھے - یہ سالہ اب
دوبارہ سمع اتفاق کے طبع ہوا ہے جس میں
مؤلف نے میرزاں کی بعض تحریریں کا ذمہ

ٹسکن جواب دیا ہے - قیمت ۵

سیف الدین مسلول - اس کتاب میں مولانا
ابوالفضل عربی مسئلہ خلافت پر مرکز الاراء بحث کر کے
خلفاء شلاذہ رضوان اللہ علیہم السلام اجمعین کی خلافت حقۃ
قرآن مجید کی آیات سے ثابت کی ہے - اس کتاب
میں فیض ہاری اور تحریر داری اور آئینہ نویشنہ کے
سوالیں بھی شائع کئے ہیں علامہ صفیانی جمیلہ ندیب
شیعہ کا فتویٰ مدبرہ علیہم السلام بدعات محمد بھی شائع کیا
گیا ہے - قیمت ۸
حکفہ میرزا نعیم - شمس الاسلام کے دستبردار
کا ایڈیشن جو قادیانی بہتر کے نام سے موسوم شواہقا -
اس میں نہایت عمدہ ملکاں میں قادیانیوں کے روشنیں
درج ہوئے ہیں - قیمت چار آنے ۴
تحریک قادیانی : مؤلفہ جناب سید
جیسے صاحب مالک اخراجیا ساست لاہور - قادیانی کے
عقاید پر کامل تبصرہ اور روشنی قیمت ایک روپیہ
حرمت تحریریہ ارجی کے متعلق شیعہ علماء و
جنتیں کے تنازعے - فی سینکڑہ دو روپے -
علمی جواہر گذشتہ چار پاچھال کے سماں
شمس الاسلام کے کچھ پیچے موجود ہیں اسماں میں
جلد نامایاں بہ جائیں گے - اور پھر کسی قیمت پر نہ
میں سکن کے شانقین والائی قیمت پر دو آنے فی
پرچھ کے حساب سے مندرجہ کئے ہیں :-
پیشہ کا وہ سنبھال شمس الاسلام مجیدہ دینیاب

بیلیخی کتاب میں

کشف التبلیغ حجۃ الہدایہ حجۃ سعوم - مؤلفہ سید
و لایت حسین شاہ صاحب دیوری - یہ کتاب
شمس الاسلام کے ساتھ طبع ہو چکی ہے۔ اسی
چند کا پیاس زائد طبع کرائی گئی ہے۔ شاگقین
جلدی طلب کریں۔ شیخہ کار رسالہ "لوز رایمان"
کئی دفعہ طبع ہو چکا ہے۔ اس کتاب کے ذریعے شیوخ
کے نور ایمان یا ظہمت کفر کی حقیقت و اضطر
کی گئی ہے۔ ان کے اعتراضات کے جوابات
ہمایت ممتاز و دیوارت شیخی سے دیے
کئے ہیں۔ قیمت اٹھ آنے دہر
تماز یا نہ عبرت زرویدا و مقدرات قداں)
اں کتاب میں ان فوجداری مقدرات گورنمنٹی
صحیح روئیدا درج ہے جن پر میرے قابیان دوال
نک سرگردان رکھ راست سور و پیر ہر بارہ یا جھوہ ماہ
قید کے سزا ایب ہوئے تھے۔ ان واقعات کی تفصیل
درج کتاب ہے جو دو دالت مقدمہ قوع میں آتے ہیں۔
درز اصحاب لا جعل عالم میں عیش کھا کر زنا کھٹک طل مل
پر کھڑا رہا۔ پاک سے جان بلب تو کریما نی ماں اور مالی نہ
ملنیا وغیرہ وغیرہ حالات قابل دیدن میزرا اصحاب اتنے کے
ارکین عذالت ہولی فرالدین علیہ الحکم تھے حلیں بیانیں دی دوئی
بیانیں۔ بیوت اور خلافت کی فاعلی کھوئی کیلئے کافی ہیں۔

اہم حدایت: موکفہ شیرہ اسلام مولانا ابوالفضل
دہر۔ اس کتاب میں ذہبیہ کی حقیقت کمال طور پر فتح
کی گئی ہے شیوخ کے جملہ مطاعن شیوخ کی فتوحے کے
کھنڈانے مائل شیوخ اصول فرقہ۔ اہمیت کی
حدائق پر قرآن و حدیث اقوال نعمہ مسادات رکبت
شیوخ کے حوالہ سے) پر نہ دست دلائل بان کئے گئے ہیں
اں کتاب کی موجودگی شیوخ کے مقابلوں میں زبردست جیہے
کام دیتی ہے مجتہدین شیخہ اسی جواب سے عاجز آ
چکے ہیں۔ شیوخ کے جملہ اعتراضات کے دندان شکن
جواب دیئے گئے ہیں۔ قیمت تین روپے۔
برق آسمانی رخ زمین قادیانی یہ وہ کتاب
ہے جس کا انتظار کرنے کرتے تھے شیخین تھک گئے
الحلیۃ کمزیلہ طبع سے آراستہ ہو کر اس کا اول حصہ
شیخین کے ہاتھوں میں جاری ہے۔ مولانا طہور حمد صاحب
گلوی کی یہ حکمة آزاد تصییف مرزا ایوب کا ناطقہ بند
کرد گئی شیخین سہت جلد طلبی باویں۔ ورنہ طاہش
ثاقی کا انتظار کرنا یہ قیمت لاکٹ برا بر صرف ۱۰
مزکوہ مشائخ بھویہ، سجا بے مشہور و معروف علمی
خاذل کے تاریخی مستند حوالات حضرت مولانا محمد
نصیریں حسب شیخہ جمیعۃ اللہ علیک سوون حرم مطہر الحرم
کنیکھ خواہمد حضرات اس رکہ کی قیمت ہم طلبی مانتے ہیں
کتابت و طباعت دیدہ زیب۔ مائلی پر مکمل قیمت صرف ایک روپیہ رحمی

ملکہ کا شیخہ شامس الاسلام بھیرہ (بنیاب)